جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالعَصرِ ۝ اِنَّ الاِنسَانَ لَفِی خُسرٍ ۝

مارچ ۲۰۰۰ء

ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

العصر

پشاور پاکستان

ماہنامہ

مدیر مسئول

مفتی غلام الرحمٰن

جامعہ عثمانیہ

نوتھیہ روڈ پشاور

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان
ماہنامہ العصر پشاور
زیر سرپرستی حضرت مولانا ...

فہرست مضامین

صدائے عصر	[illegible]	۲
محاسن القرآن	ادارہ	۷
طلبہ حدیث کیلئے انمول تحفہ	مولانا زکریا	۱۳
دارالافتاء	مفتی غلام الرحمن	۱۸
نصابی خاکہ اسلامی تناظر میں	مفتی ذاکر حسن نعمانی	۲۱
متاع وقت اور حیات مستعار	قاری احسان الحق	۲۹
شہید	امام الزاہدین قاضی محمد زاہد الحسینی	۳۳
ماہنامہ العصر ماضی کے آئینے میں	مولانا حمید اللہ	۳۸
اخبار الجامعہ	مولانا حمید اللہ جان	۴۲
تبصرہ کتب		۴۵

پبلشر و دفتر
مفتی غلام الرحمان نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا
بدل اشتراک فی پرچہ ۱۰/ روپے رسالانہ اندرون ملک ۱۰۰/ روپے بیرون ملک ۲۰ ڈالر کی قیمت

بنوں
معیار میں اعلیٰ
توابل الادم
سولہ ۱۶ اجزاء مجموعہ
بنوں
سالن مصالحہ
مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، ...
دار چینی، جلوتری، الائچی کلاں، امچور، انار دانہ ...
جائفل، لونگ، اور ٹماٹر پاوڈر
تیار کردہ:- حاجی مقبول الرحمن، شاقیاز خان
گل آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور - پاکستان

صدائے عصر

ادارہ

فکر ندوی کی ہمہ گیری!!

حرم نبوی علی صاحبھاالف الف تحیۃ وسلام کے "باب الرحمۃ" کے جوار میں پناہ لیتے ہوئے ۲۷ رمضان ۱۴۲۰ھ کی عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد اچانک اس اعلان "ہندوستان کے نامور عالم دین شیخ ابوالحسن ندوی" کی (غائبانہ) نماز جنازہ ہے - سے طبیعت ناقابل تحمل صدقہ آمیز کیفیت سے دوچار ہوئی- اعتکاف کی وجہ سے اخبارات یا دوسرے ذرائع اطلاعات سے لاتعلقی کی بناء پر اس وقت معلوم نہیں تھا کہ مرحوم کب انتقال فرما چکے ہیں اگرچہ دوسرے دن شام کے ایک واقف انجینئر ابو عبدالرحمن نے بتایا کہ موصوف ۲۲/رمضان المبارک یعنی بیسویں صدی کی آخری تاریخ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو وفات پاگئے ہیں لیکن میرے لئے چار دن گزرنے کے باوجود یہ خبر نئی تھی ستائیسویں رات کے مبارک وقت اور حرمین جیسی مقدس جگہوں میں آپ کے لئے لاکھوں مسلمانوں کی بے لوث دعائیں یقیناً گرانقدر سرمایہ ہے- یہ وہ عظیم سعادت ہے جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی-

موصوف کی عبقری شخصیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آپ کی مساعی جمیلہ کا دنیوی بدلہ ہے- عرب و عجم بیک آواز ہو کر آپ کے لئے مغفرت کی دعائیں دیتے ہیں معلوم نہیں کہ کرہ ارض پر کتنی جگہ آپ کے لئے دعائیں دی گئی ہوں، کتنی دفعہ قرآن مجید کی تلاوت آپ کے ایصال ثواب کے لئے کی ہوگی- ہم جیسے نااہل تو صرف آپ کی "کاروان زندگی" "حیات عبدالحی" "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" یا "تاریخ دعوت و عزیمت" کے مطالعہ سے آپ کے گرویدہ بن گئے ورنہ دیار غیر میں جن لوگوں کی زندگی آپ کے فلسفیانہ اندازبیان سے بدلی جو لوگ فسادو معصیت کے علمبردار تھے آپ کے دلسوز بیان سے نیکی اور

خیر کے داعی بن کر نکلے یا جن لوگوں نے آپ کی تاریخی روئیداد میں اکابرین امت کی داستانیں پڑھ کر آئندہ وقت کے لئے کسی اسلامی انقلاب کے لئے اھداف مقرر کر کے قدم اٹھانے کی بسم اللہ کر چکے ہیں آج آپ کی وفات پر ان کی کیفیت کیا ہوگی؟ اور وہ لوگ کس قسم کی دعائیں دیتے رہیں گے یقیناً آپ کا سانحہ ارتحال صرف رائے بریلی میں آپ کے خاندان، یا ندوۃ العلماء کے وابستگان یا ہندوستان کے علمی حلقات کے لئے صدمہ نہیں بلکہ پوری دنیا "موت العالم موت العالم" کا نقشہ پیش کرتے ہوئے آپ کی وفات کے غم سے نڈھال ہے-

اگرچہ آپ دس سال کی عمر میں شفقت پدری سے محروم ہوئے لیکن علمی خاندان کے چشم و چراغ ہونے کی وجہ سے ایسی تربیت سے سرفراز رہے کہ گیارہ سال کی عمر میں مضمون نگاروں کی فہرست میں شامل ہوئے پھر تصنیف و تالیف کا جذبہ دن بدن قوی سے قوی تر ہو کر عمر کی سولھویں بہار میں آپ کا نام مصنفین کے زمرہ میں لیا گیا- اور تصنیف بھی ایسی کہ جس پر عرب و عجم سے داد تحسین وصول کئے بغیر نہ رہ سکے- آپ نے پچاسی سالہ زندگی میں کم و بیش 176 کتابیں لکھیں اکثر کتابوں کے ترجمے انگریزی، فارسی، فرانسیسی، جرمنی اور علاقائی زبانوں میں ہوئے- آپ کی زندگی میں آپ کی کئی کتابیں سینکڑوں بار شائع ہوئیں اور دنیا کے ہر کتب خانہ تک پہنچ گئیں آج کوئی ایسا اہم کتب خانہ نہیں جو آپ کی کتاب سے خالی ہو-

آپ کی تصنیفات پر اردو کی طرح عربی کا غلبہ ہی- ہندوستانی ہونے کے باوجود عربی میں وہ مقام پیدا کیا جس کے سامنے عربی النسل کو بھی دوزانو ہونے کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں رہا- عرب دنیا کی کئی یونیورسٹیوں اور دینی مدارس نے اپنے نصاب میں آپ کی کتابوں کو جگہ دی ہے- ہمارے درس نظامی میں "قصص النبیین" آپ کی علمی عظمت کا بین ثبوت ہے- شاید آپ وہ واحد شخصیت ہیں کہ آپ کی زندگی میں آپ کی تصنیفات دینی مدارس کے نصاب میں

Scanned with CamScanner

شامل رہیں آپ نے زبان کی تہہ میں وہاں تک رسائی کی ہے جہاں تک عام لوگوں کی رسائی مشکل ہے آپ کی تحریر کی روشنی میں کسی کو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کیا آپ ہندوستانی ہیں یا عربی-

آپ کی تحریر خواہ اردو میں ہو یا عربی میں، ادبی اور فنی لحاظ سے اعلی معیار کا حامل ہے-اردو کی تحریر میں الفاظ کے وسیع دائرہ میں حقائق کی ایسی گہرائی میں جاتے ہیں جہاں سے فکری آبیاری ہوتی ہے-استعارہ، کنائیہ اور تفنن سے عبارت میں ایسا مٹھاس پیدا ہوتا ہے جو قاری کو جملہ بار بار دہرانے پر مجبور کرتا ہے تاکہ عبارت سے آگاہی ہو کر مقاصد اور مطالب ذہن میں رسوخ حاصل کر سکیں-الفاظ مترادفہ کا عظیم ذخیرہ پیش کرتے ہیں جس میں کسی نہ کسی لفظ پر جاکر قاری مطلب سمجھے ہوئے بغیر نہیں رہتا- موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے پورا حق ادا کرتے ہیں کسی ایک پہلو سے چشم پوشی کے قائل نہیں-انداز بیان میں تدریجی ارتقاء اپناتے ہیں جس کا پڑھنے والے پر مسحور کن اثر ہوتا ہے-ایک دفعہ کتاب شروع کر کے آخر تک لے جانے کے بغیر کتاب کسی کو نہیں چھوڑتی عموماً یوں ہوتا ہے کہ آپ کی کتاب کے مطالعہ سے مختصر محفل بڑی بڑی مجالس میں تبدیل ہوتی ہے ایک ہی مجلس میں کتاب ختم کئے ہوئے بغیر قاری نہیں رہتا-

ہندوستان کی سرزمین سے وابستگی کی بناء پر مسلمانوں کے ایام ماضیہ کی شجاعت آمیز داستانیں ہر وقت آپ کے سامنے رہتی ہیں آپ جب ایام ماضیہ سے نظر پھراتے ہوئے حال کی طرف دیکھتے ہیں تو مسلمانوں کے انحطاط پر آنسو بہائے ہوئے بغیر نہیں رہتے آپ ایک بار پھر مسلمانوں کو درخشاں مستقبل کا پیغام دیتے ہوئے مضبوط عزم و ارادہ اور فعال کردار کی وصیت کرتے ہیں-اکابرین امت کے واقعات سنا کر مسلمانوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ آج بھی تم ایام ماضیہ کی داستانیں دوبارہ رقم کر سکتے ہیں بشرطیکہ تم میں وہ جذبہ موجزن رہے" تاریخ دعوت و عزیمت "میں یہی داستانیں سنا کر "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا

/00

اثر "میں مسلمانوں کو ایک ایسی فکر کی ترغیب دیتے ہیں جس سے یہ مضمحل جذبہ ایک دفعہ پھر بیدار ہو کر دنیا کو امن و سلامتی اور آشتی کا سبق دے-

آپ کی تحریر میں صرف ادبیت یا لسانیت نہیں یا کہیں لفاظی کا مجموعہ ہے بلکہ ایک مستقبل نظریہ اور فکر ہے جس کے ارد گرد آپ کی تحریر گھومتی ہے آپ کی تحریر فکر تعصب سے پاک ہے -وہ پوری امت کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کے لئے ردتے ہیں- کہیں اس کو فکر اقبال میں ڈھونڈ کر لاتے ہیں اور کہیں مصلحین امت کی خانقاہوں اور مراکز میں تلاش کرتے ہیں یوں آپ غیر متنازعہ شخصیت ہیں اور پوری امت آپ کی علمی شخصیت کا معترف ہے- آپ کی تحریر کا ہر جملہ میں علم و عمل کے کئی خزینے دفن ہیں اور آپ کے افکار و نظریات میں دعوت انقلاب کے کئی رموز مخفی ہیں-

آپ کی شخصیت میں ایک اور انفرادی خوبی یہ ہے کہ اتنی عالمگیر شخصیت ہونے کے باوجود آپ کی تحریر کے ہر جملہ سے اکابرین سے عقیدت و محبت کا عنصر ٹپکتا ہے -اگرچہ ایام شباب ہی سے آپ علمی کارناموں کی وجہ سے بزرگان دین کے زمرہ میں شمار ہوئے ہیں لیکن پھر بھی اکابرین کے تذکرہ میں اصاغر کا ترجمان نظر آتے ہیں ہر بات میں اکابرین پر اعتماد آپ کے نزدیک بنیادی چیز ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب کبھی اکابرین پر اعتماد کی فضاء قرار نہ رہے تو نسبت کے انقطاع سے انسان پر گمراہی کے دروازے کھلتے ہیں اور شیطان کے حملوں کا شکار ہو کر بے دینی کے ایسے دلدل میں انسان پھنس جاتا ہے کہ کبھی بڑے بڑے دعوے کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا-

آپ کے جود و سخا اور خودداری کے بارے میں زیادہ تر وہ لوگ بتلا سکتے ہیں جن کو قدم بوسی کا کھلا موقعہ ملا ہو لیکن کردار کے حوالہ سے یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ آپ نے دنیا کو کبھی خوش آمدید نہیں کہا اور نہ کسی دنیوی مفادات کے تحفظ کے لئے کوئی کارنامہ سر انجام دیا ہو- آپ کی خدمات کے اعتراف میں جب آپ کو 1980ء میں شاہ فیصل ایوارڈ ملا تو کروڑوں

/01

Scanned with CamScanner

روپے آپ نے ذاتی مصرف میں لانے کی بجائی دینی اداروں اور مجاہدین کو دیئے ایساہی گذشتہ سال حکومت متحدہ امارات عربیہ نے "شیخ زائد انعام" آپ کو دیا آپ نے وہ خطیر رقم بھی اللہ تعالی کے مقدس دین کی اشاعت اور اسلام کی سربلندی کے لئے خرچ کی- آج آپ کے پونے دو سو سے زائد کتب کا حق اشاعت وہ عظیم سرمایہ ہے جس سے ایک دنیادار شخص کروڑوں روپے کما سکتا ہے لیکن پھر بھی اس کی پروا کئے ہوئے بغیر کئی جگہوں سے آپ کی کتابیں چھپتی ہیں اور مارکیٹ کی قیمت کی نسبت سے نہایت سستی ملتی ہیں-

مولانا ندوی کی فکری وسعت اور عبقری شخصیت اس کی متقاضی ہے کہ دینی اور تحقیقی اداروں میں آپ کے افکار و نظریات پر تحقیق ہو تاکہ آپ کے علوم و معارف کے مخفی خزانوں تک رسائی حاصل ہو آج کئی ایسے مشکل مسائل ہیں جن کا علاج آپ کے افکار و نظریات میں مل سکتا ہے لیکن اس پر محنت کی ضرورت ہے-

ان کمالات کی وجہ سے بلاشک مولانا ندوی اس دور کی ہمہ گیر شخصیت تھے آپ کے سانحہ ارتحال سے پوری علمی دنیا تعزیت کا مستحق ہے اللہ تعالی مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور آپ کے افکار و نظریات سے اس امت کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کا موقعہ نصیب فرمائے- آمین

والعصر ان الانسان لفی خسر
عصمت الرحمٰن عفی عنہ
۹۷/۱۲/۱۴۲۰ھ

محاسن القرآن

ادارہ

واذ قلنا للملٰسکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر وکان من الکافرین ۝

ترجمہ:- اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے سامنے جھک جاؤ پس سب جھک گئے مگر ابلیس نہ جھکا اس نے انکار کیا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور وہ (روز اول ہی سے) کافروں میں سے تھا-

محاسن:- حضرت آدم کے علمی تفوق واضح ہونے کے بعد اللہ تعالی فرشتوں سے آپ کے استحقاق خلافت کا عہد لے رہے ہیں جیسا کہ کوئی خلیفہ اپنے کسی ولی عہد کی تقرری میں اراکین سلطنت سے حلف وفاداری کا اہتمام کراتے ہیں اس طرح یہ بھی رب العالمین کی طرف سے حضرت آدم کے بارے میں حلف وفاداری کی مانند ہیں-

حلف وفاداری کی روئیداد :- اس کے لئے جو طریقہ اپنایا گیا اس کی روئیداد کچھ یوں ہے کہ اللہ تعالی نے جملہ حاضرین کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم کے سامنے جھک جائیں اگرچہ اللہ تعالی کے حکم کے سامنے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں اور اللہ تعالی کے قادر مطلق ہونے کی وجہ سے کسی کے لئے روگردانی ممکن نہیں لیکن پھر بھی نظام عالم بنانے کے لئے اللہ تعالی نے سامعین کو اپنے اپنے اختیار استعمال کرنے کا پورا اختیار دیا- چنانچہ سامعین کسی باہمی اتفاق واتحاد اور ہم آہنگی کے مظاہرہ کی بجائے دو طبقوں میں بٹ گئے-

پہلا طبقہ اس نورانی مخلوق کا تھا جنہیں "ملائکہ" کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے- یہ وفاداروں کی جماعت تھی جنہوں نے بیک آواز تابعداری اور فرمانبرداری کا نمونہ پیش کیا یہاں تک کہ جو بھی اس محفل میں موجود تھا کوئی ایک بھی حکم ماننے کے بغیر نہ ٹھہر سکا- دوسرا طبقہ ان خود

Scanned with CamScanner

ساختہ فلسفیوں کا تھا جن کی قیادت ابلیس کے ہاتھوں میں تھی خواہ یہ اکیلا تھا یا حکم جانہ لانے والوں کا لیڈر تھا لیکن راہ عمل میں علیحدگی کی وجہ سے نظریاتی اعتبار سے مستقبل طبقہ شمار ہونے لگا ان پر کے ذہن پر خود ساختہ بڑائی اور عظمت کا بھوت سوار تھا اس لئے رب کائنات کی طرف سے جھکنے کا حکم سنتے ہی اپنے اور آدم کی اصل میں تقابلی جائزہ مرتب کر کے مٹی کی نسبت سے آگ میں بڑھائی دیکھی فوراً یوں اٹھا

السجد لمن خلقت طيناً

کیا میں اس کو سجد کروں جس سے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ میری پیدائش آگ سے ہے۔

قرآن نے انجام کار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ابلیس نے جھکنے سے انکار کیا اور اس کو اپنی بڑھائی نظر آئی اگرچہ ابلیس کی نافرمانی کا مظاہرہ حضرت آدم کے سامنے نہ جھکنے سے ہوا لیکن یہ روز اول ہی سے نافرمانوں میں سے تھا۔

فرشتوں کے وجود سے انکار - قرآن جس واقعہ کی نشاندہی کرے اس میں کسی شک و شبہ کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ خواہ عقل کی رسائی ہو یا نہ ہو یہ عقل کا قصور ہو گا کہ وہ متعلقہ کاروائی کا ادراک نہ کر سکے بعض خود ساختہ اور نام نہاد محققین عقل پرستی بلکہ خواہش پرستی کے شکنجے میں گرفتار ہو کر بسا اوقات ایسے صریح حقائق سے انکار کرتے ہیں جس سے ان کے اسلام کا ظرف سامنے آتا ہے یہاں پر بعض لوگوں نے فرشتوں اور ابلیس کے وجود سے انکار کر کے ایسی کمزور توجیہات کی ہیں جس کا قرآن و حدیث سے کوئی تعلق نہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ "ملائکہ" اور "ابلیس" نام کی کوئی مخلوق موجود نہیں یہ در حقیقت انسان کی طبعی خصلتوں کی تقسیم ہے جن میں اللہ تعالی نے انسان کی تسخیر میں دے رکھی ہیں نیکی کی پہلو کے غلبہ کا نام "ملائکہ" اور بدی کی پہلو کا نام شیطان ہے۔ معلوم نہیں؟ کہ شیطان اور ملائکہ کے مستقل مخلوق جاننے پر کیا محال لازم آتا ہے یا اللہ تعالی کی خدائی میں کیا فرق پڑتا

ہے قرآن کی بے شمار آیتیں اس بارے میں واضح ہیں کہ ملائکہ اللہ تعالی کی نورانی مخلوق ہیں جو اللہ تعالی کی قدرت کاملہ سے اپنے اپنے فریضہ میں مصروف عمل ہیں کسی ایک کو نافرمانی کی گنجائش نہیں جبکہ شیطان مفسدین کی مستقل نوع ہے جس کی زندگی کا واحد مقصد انسان کو راہ حق سے بھٹکانا ہے۔ یہ الگ مسئلہ ہے کہ ابلیس جنات میں سے ہے یا فرشتوں میں سے۔ قرآن کے "كان من الجن" سے یہ ظاہر ہے کہ یہ جنات کے زمرہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جبکہ بعض حضرات اسے وصفی معنی مراد لیکر فرشتوں کے زمرہ سے مانتے ہیں جو نافرمانی کی وجہ سے مستقل نوع بنا۔ کیونکہ فرشتے جب انسان کی نظر سے اوجھل رہتے ہیں تو ان پر "جن" کے اطلاق میں کوئی حرج نہیں۔ اس اختلاف سے قطع نظر ابلیس یا ملائکہ کے وجود سے انکار کرنا قرآن کے صریح نصوص جھٹلانے کے مترادف ہے۔

سجدہ کی حقیقت - فرشتوں اور ابلیس کا جو امتحان لیا گیا اس میں ان کو حضرت آدم کے سامنے سجدہ کرنے پر مکلف بنایا گیا ہے لیکن کیا غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس سوال کے مختلف جوابات دیے گئے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سجدہ اللہ تعالی کا حق ہے جب اللہ تعالی نے خود کسی کو غیر کے سامنے سجدہ کرنے پر مکلف بنایا تو اس میں ممانعت کی کیا وجہ ہے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سجدہ در حقیقت اللہ تعالی کے لئے تھا لیکن حضرت آدم کو جہت سجدہ قرار دیا گیا جیسا کہ بیت المقدس یا بیت اللہ کو جہت سجدہ قرار دیا گیا ہے ورنہ سجدہ خالق کائنات کے لئے ہے ایسی صورت میں "لادم" میں لام "الی" کے معنی پر ہو گا کچھ لوگ سجدہ تعظیمی اور سجدہ عبادت میں فرق کرتے ہیں کہ موخر الذکر سجدہ کسی دین اور مذہب میں غیر اللہ کے لئے جائز نہیں رہا البتہ سجدہ تعظیمی ادیان سابقہ میں غیر اللہ کے لئے جائز تھا چنانچہ حضرت یوسف کے سامنے بھائیوں کا سجدہ بھی یہی تعظیمی تھا اس لئے حضرت آدم کی طرف فرشتوں کا سجدہ تعظیمی رہا لیکن ہمارے دین میں تعظیمی سجدہ بھی غیر اللہ کے لئے جائز نہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر میں کسی

Scanned with CamScanner

کو غیر اللہ کے سامنے سجدہ کی اجازت دیتا تو اس کا سب سے زیادہ حقدار بیوی رہتی جو اپنے
خاوند کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے سجدہ کرتی اس روایت کی وجہ سے سجدہ تعظیمی کا کسی
غیر اللہ کے لئے کرنے کا جواز بھی ختم ہوا۔
لیکن ان جوابات کی ضرورت ہمیں تب پڑتی کہ جب سجدہ" سے "وضع الجبهة علی الارض" یعنی
زمین پہ ماتھے کا رکھنا مراد لیا جائے تب اعتراض وارد ہو کر جوابات کی ضرورت پڑتی ہے ورنہ
اگر سجدہ سے "التذلل والخضوع" یعنی عاجزی و انکساری یا جھکنا مراد لیا جائے جیسا کہ سجدہ سے
کلام عرب میں یہی معنی مراد لیا جاتا ہے۔ تو پھر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ عجز و
انکساری یا جھکنا جب عبادت کے درجہ تک نہ پہنچے تو مخلوق کے لئے ادب و احترام کے طور پر
جائز ہے۔ اگر سجدہ سے یہ حقیقت مراد لی جائے تو حضرت یوسف کے واقعہ میں بھی کسی
دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہاں پر چونکہ حلف وفاداری ہے اس لئے اس میں ادب و احترام
کرنے کا معنی مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔

ہوائی جہاز میں نماز کا مسئلہ ۔ بعض حضرات کے نزدیک "سجدہ" کی
حقیقت چونکہ "وضع الجبهة علی الارض" تک محدود ہے۔ اس لئے نماز میں جب تک یہ
حقیقت نہ پائی جائے تو نماز ادا نہیں ہوگی اس لئے ہوائی جہاز جو فضاء میں رواں دواں ہو تو فضا
میں معلق ہونے کی وجہ سے اگر جہاز میں سجدہ بھی ہو تو پھر بھی اس کو سجدہ کہنا مشکل ہے
کیونکہ اس میں زمین پر بالذات یا بالواسطہ ہونے کی حقیقت نہیں پائی جاتی لیکن سجدہ کی
حقیقت اس تحدید سے چند ایسے مسائل پیدا ہوں گے جن کا سنبھالنا مشکل ہوگا۔ اشارہ
کرنے والے کی نماز میں "وضع الجبهة علی الارض" نہیں پائی جاتی حالانکہ اس کی نماز ہو جاتی
ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سجدہ میں ماتھے کا زمین پر رکھنا ضروری نہیں جب سجدہ کی
[illegible] میں کچھ وسعت پیدا ہو تو پھر ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں
حلف وفاداری کا [illegible] کی پیدائش کے موقعہ پر فرشتوں کا تین

دفعہ امتحان سے واسطہ پڑا۔ پہلا موقعہ وہ تھا جب ان سے حضرت آدم کی پیدائش کے بارے
میں مشورہ مانگا گیا اس میں فرشتوں کا جواب طالب علمانہ رہا اس لئے اس کی اصلاح کی
ضرورت پڑی۔ دوسری دفعہ حضرت آدم کے ساتھ بٹھا کر امتحان لیا گیا جن میں ان کا جواب
حکیمانہ یعنی عجز کے اظہار تک محدود رہا لیکن تیسری بار امتحان میں فرشتوں کے ساتھ "ابلیس
" کو بٹھایا گیا اس میں فرشتوں کا جواب تسلیم و انقیاد کے سوا اور کچھ نہیں تھا اور یہی ان کی
کامیابی کا راز ہے۔ یہی امتحان کا سخت ترین مرحلہ ہوتا ہے جس میں عقلی رموز کو پس پشت
ڈالتے ہوئے انقیاد کا مظاہرہ ہو تو کامیابی یقینی رہتی ہے اس کے مقابلہ میں ابلیس کے کردار
کو دیکھا جائے تو اس میں انقیاد کی بجائے مناظرانہ جھلک غالب ہے۔ جو اس کی گمراہی کا ذریعہ
بنا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابلیس صرف ایک سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون و مطرود نہیں
ٹھہرا یہ تو ایک عمل تھا اور کسی ایک عمل چھوڑنے پر اتنی بڑی سزا دینا بظاہر مشکل ہے بلکہ
سجدہ نہ کرنے کے ساتھ معاندانہ رویہ اس کی گمراہی کا سبب بنا جو اللہ تعالی کے حکم نہ ماننے
اور علانیہ انکار کے مترادف ہے۔

نظریاتی اختلاف کے اثرات ۔ فرشتوں اور ابلیس کے کردار کے موازنہ سے
معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس خواہ ملائکہ میں سے ہو یا مستقل نوع ہو لیکن یہاں پر ان کے درمیان
یہ طبقاتی اختلاف نظریہ کے اختلاف کا نتیجہ ہے۔ فرشتوں کا اللہ تعالی کے حکم کے سامنے
انقیاد و تسلیم کا نظریہ ہے جبکہ ابلیس فلسفیانہ تشریحات کا خواہاں ہے۔ اس لئے کبھی تقدم و
تاخر کا جھگڑا چھیڑتے ہیں اور کبھی مٹی اور آگ کے درمیان موازنہ کر کے آگ کے تفوق
کے لئے دلائل دے رہا ہے یہی نظریاتی اختلاف ان کے راہ عمل کی علیحدگی کا سبب بنا۔ جہاں
کہیں نظریہ کی بنیاد پر طبقات رونما ہو اس میں وسعت پسندی ہوتی ہے قوم و نسب اور لسانیت
یا دوسرے علاقائی تعلقات سے ہٹ کر محض نظریہ پر لوگ اکٹھے ہوتے ہیں جس میں رنگ و
نسل یا زبان کو نہیں دیکھا جاتا ہے چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب اسلام کے

مقدس حوالہ نظریہ پر اکٹھے ہوئے تو حضرت بلال حبشیؓ کو وہ مقام ملا جس تک ابولہب اور ابوجہل جیسے قریشی نسل لوگوں کا پہنچنا ممکن نہیں رہا بلکہ بیٹے نے محض نظریہ کی بنیاد پر باپ سے علیحدگی اختیار کی چنانچہ حضرت ابراہیم نے نظریہ کے اختلاف کی وجہ سے والدین کو خیرباد کہا۔ اس لئے اسلام کسی علاقائی یا لسانی تعصبات کی آبیاری نہیں کرتا بلکہ اسلام کی مضبوط رسی کو تھامنے سے دیگر تمام جھگڑے خودبخود ختم ہو جاتے ہیں۔

آج اسلام پوری دنیا کے مسلمانوں کو اعلان دے رہا ہے کہ علاقائی، قومی اور نسلی تعصبات مٹائیں اور صرف اسلام کے نظریہ کو اپنائیں خود ہمارے ملک میں دیکھیں کہ ایمان کی کمزوری کی وجہ سے کچھ لسانی یا علاقائی جھگڑوں میں لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ کہیں پختون، پنجابی کہیں سندھی، مہاجر کہیں اردو اور سرائیکی کے جھگڑوں میں لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ آیئے سب مسلمان ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوں اور ان خودساختہ امتیازات کو مٹائیں۔

کسی شکایت کی صورت میں

091/273561 پر فون کر کے اپنی شکایت لکھوا کر نمبر اندراج ضرور حاصل کریں تا کہ شکایت کے ازالہ میں آسانی رہے۔ یا بذریعہ خط اپنی شکایت بھیجیں

طالب حدیث کے لئے اہم ہدایات

شیخ الحدیث
حضرت مولانا زکریا مہاجر مدنی

محدثین نے طالب حدیث کے آداب بہت کثرت سے لکھے ہیں جن کو یہ ناکارہ مقدمہ میں مختصر طور سے لکھ چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ طالب علم کے لئے سب سے پہلے جو چیز واجب ہے وہ صحیح نیت ہے یعنی علم کے حاصل کرنے میں مقصود صرف اللہ کی رضا ہونی چاہیے ریا، شہرت یا اس سے دنیا کمانا ہرگز نہیں ہونا چاہیے اگر مدرسی کرتے تو بھی پیسوں کی نیت سے نہ کرے بلکہ اشاعت علم کو اپنا مقصد سمجھنا چاہیے اور جو تنخواہ مل جائے اس کو اللہ کا عطیہ سمجھنا چاہیے محدثین نے لکھا ہے کہ اغراض دنیا کی نیت سے علم حاصل کرنے سے بہت ہی زیادہ احتراز کرنا چاہیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص علم دین کو دنیا کی غرض سے حاصل کرنا چاہے اس کو جنت کی ہوا بھی نہیں لگے گی۔ حماد بن سلمہ کا مقولہ ہے کہ جو حدیث پاک کو غیر اللہ کے لئے پڑھے وہ اللہ کے ساتھ مکر کرتا ہے اللہ جل شانہ سے کثرت سے توفیق اور اعانت علی الصواب والسداد کی دعا کرتا رہے اور اخلاق حمیدہ اپنے میں پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کرتا رہے اور اس کے بعد انتہائی انہماک سے طلب علم میں مشغول ہو کسی دوسری طرف ذرا بھی توجہ نہ کرے یحییٰ بن کثیر کا مقولہ ہے کہ بدن کی راحت کے ساتھ علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص کامیاب نہیں ہے جو علم کو کاہلی اور لاپرواہی سے حاصل کرے بلکہ جو شخص نفس کی ذلت اور معاش کی تنگی کے ساتھ حاصل کرے گا وہ کامیاب ہو گا۔ اور یہ تو مثل مشہور ہے من طلب العلی سہر اللیالی جو اونچا مرتبہ حاصل کرنا چاہے وہ راتوں کو بیدار رہے اور طالب علم کے لئے

یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے استادوں کا نہایت احترام کرے۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ ہم استاد سے ایسا ڈرتے تھے جیسے لوگ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں بھی یہ حکم ہے کہ جن سے علم حاصل کرو ان سے تواضع سے پیش آؤ۔ اپنے شیخ کو سب سے فائق سمجھے۔ حضرت امام ابو یوسف کا مقولہ ہے کہ جو اپنے استاد کا حق نہیں سمجھتا وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ استاد کی عزت کا ہر وقت خیال رکھے اس کی ناراضگی سے پرہیز کرے۔ اتنی دیر اس کے پاس بیٹھے بھی نہیں جس سے اس کو گراں ہو۔ استاد سے اپنے مشاغل میں اور جو پڑھتا ہے اس کے بارے میں خاص طور سے مشورہ کرتا ہے اس سے نہایت احتراز کرنا چاہیئے کہ شرم اور کبر کی وجہ سے اپنے ہم عمر یا اپنے سے عمر میں چھوٹے سے علم حاصل کرنے میں پس و پیش کرے۔ اصمعی کہتے ہیں کہ جو علم حاصل کرنے کی ذلت نہیں برداشت کرے گا وہ عمر بھر جہل کی ذلت برداشت کرے گا۔ یہ بھی ضروری ہے کہ استاد کی سختی کا تحمل برداشت کرے۔ یہ نہایت اختصار سے مقدمہ اوجز سے یہ چند اصول نقل کیے گئے ہیں اور یہ تو نہایت مشہور مقولہ اور نہایت مجرب ہے کہ استاد کی بے حرمتی سے علم کی برکات سے ہمیشہ محروم رہتا ہے اور والدین کی بے حرمتی کرنے والا روزی سے ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔ لوگ آج کل بہت ہی بے روزگاری اور معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہیں لیکن وہ غور کریں گے تو اپنی جوانی کے زمانہ میں والدین میں سے کسی کی بے حرمتی کی ہوگی مجھے تو اس کا بہت تجربہ ہے، محدثین اپنے استاد کی جلالت شان پر بہت ہی زور دیتے ہیں۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ افاضات یومیہ (حصہ نہم) میں فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھتا تھا تو اس زمانہ میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کے یہاں بھی حدیث کا دورہ شروع ہو گیا اور طالب یہاں سے ٹوٹ ٹوٹ کر وہاں جانے لگے مگر مجھے الحمد للہ کبھی اس کا وسوسہ بھی نہیں ہوا کہ وہاں چلا جاؤں حالانکہ میرا یہ اعتقاد تھا اور اب بھی ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے علم و فضل میں بہت بڑھے ہوئے تھے لیکن باوجود اس کے جب

کسی نے مجھ سے چلنے کے لئے کہا تو میں نے یہی جواب دے دیا کہ جس دن مولانا فرمادیں گے کہ میں نہیں پڑھاتا اس وقت کسی دوسرے کو ڈھونڈوں گا بلا ضرورت مولانا کو نہیں چھوڑوں گا۔ اشرف السوانح ——— میں اس واقعہ کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ بچپن میں جب کلام مجید حفظ فرما رہے تھے تو والد ماجد نے کسی وجہ سے حضرت والا کے استاد کو بدلنا چاہا لیکن حضرت والا کسی طرح راضی نہ ہوئے اور مچل گئے کہ نہیں میں تو ان ہی سے پڑھوں گا۔ یہاں تک کہ والد ماجد صاحب مجبور ہو گئے اور انہیں استاد کو رکھنا پڑا۔ حکایات صحابہ ——— میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کا ارشاد ہے کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جو استاد کی قدر نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ حکایات صحابہ میں بہت سے قصے علمی انہماک کے باب میں اساتذہ کی قدر اور علمی انہماک کے گذر چکے۔ اس باب کو بھی طلباء کو ضرور دیکھنا چاہیے۔

افاضات یومیہ میں دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ہم نے حضرت مولانا یعقوب صاحب کو چھوڑ کر مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں جانے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ بڑے مدرس کو چھوڑ کر چھوٹے مدرس سے پڑھا اور سند ان سے بھی نہیں لی بلکہ جب سند فراغ اور دستار بندی کا وقت ہوا تو ہم لوگ یعنی جن جن کی جلسہ میں دستار بندی ہونی تجویز ہوئی تھی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ہم نے یہ سنا ہے کہ جلسہ میں ہماری دستار بندی کی جائے گی اگر یہ حکم ہے تب تو ہمیں انکار نہیں اور اگر ہمارے اختیار کو بھی اس میں کچھ دخل ہے تو ہم باادب عرض کرتے ہیں کہ اسے موقوف فرمادیا جائے اس واسطے کہ ہمیں کچھ آتا جاتا تو ہے نہیں مدرسہ کی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کی دستار بندی کی گئی۔ تو لیجیے ہم سند کے لئے تو کیا کہتے کہا تو یہ کہا اور ملتی ہوئی دستار بندی کو اپنی طرف سے روک دیا اور یہ نہیں کہ تکلف سے بلکہ سچے دل سے۔ جب ہم لوگوں نے یہ کہا تو مولانا کو جوش آگیا اور فرمایا کہ کون کہتا ہے کہ لیاقت نہیں اس کو تم جانو یا ہم جانیں۔ ہم اساتذہ کے سامنے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور تم لوگوں کو یہی سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ خدا کی قسم

جہاں جاؤ گے تم ہی تم ہو گے میدان خالی ہے یہ فقرہ کہ میدان سے خالی ہے کئی بار فرمایا اب ڈر کے مارے بولے نہیں کہ کہیں مولانا خفہ نہ ہو جائیں ہم لوگ مولانا سے ڈرتے بہت تھے پھر مولانا نے یہ تماشہ کیا کہ عین جلسہ میں فرمایا کہ ہم نے ان لوگوں کو قرآن وحدیث، فقہ، فلسفہ، منطق وغیرہ اتنے فنوں میں فارغ کر دیا ہے اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ یہ ان فنوں میں صاحب کمال ہو گئے ہیں اگر کسی کو ان کے فضل وکمال میں شک ہو تو وہ جس فن میں چاہیں اسی جلسہ میں ان کا امتحان لے لیں لو صاحب اہم تو دستار بندی ہی سے ڈر رہے تھے اور اس کی ملتوی کرنے کی درخواست کی تھی- یہاں مولانا نے علی الاعلان بر سر جلسہ فرمادیا جو چاہے اس وقت ان کا امتحان لے لے- مگر صاحب ان حضرات کی ہیبت ایسی تھی کہ کسی کی مجال نہ تھی جو ہم سے سوال کرتا اور محض اہلیت ہی بلکہ سب کو یقین تھا کہ جیسا مولانا فرما رہے ہیں یہ ویسے ہی ہوں گے کسی نے امتحان کی درحقیقت کوئی ضرورت ہی نہ سمجھی اور اس موقع پر بھی ہمیں کوئی سند نہیں دی گئی بس یہ دستار ہی سند تھی- اس کے بعد جب پڑھانے کا وقت آیا تو اول ہی میر زاہد امور عامہ کا سبق میرے ذمہ ہوا- دو پہر کو مطالعہ جو دیکھا کچھ سمجھ میں نہ آیا -دعا کی اے اللہ یہاں استاد تو موجود نہیں- اگر یہ مقام حل نہ ہوا تو پڑھاتے وقت بڑی ذلت ہوگی پھر ظہر کی نماز پڑھ کر جو مطالعہ کرنے بیٹھا ہوں تو کتاب بس پانی تھی پھر تو خدا کے فضل سے ایسی طبیعت کھلی کہ اس زمانہ میں کانپور میں بڑے بڑے فضلاء موجود تھے اور کئی مدرسے تھے اور بعض طلباء مشترک بھی تھے کسی کو یہ پتہ نہ چلا کہ اس کو کچھ آتا نہیں ہاں یہ رکاوٹ تو کچھ دن رہی کہ طلباء یہ کہتے تھے کہ یہ بہت کم عمر ہے اس سے پڑھنے میں عار معلوم ہوتی ہے بس سات آٹھ طالب علموں کو لے کر بیٹھا رہتا تھا کوئی کم عمر سمجھ کر پڑھتا ہی نہ تھا پھر جو ڈاڑھی بڑی ہوئی طالب علموں کی تعداد بھی بڑھنے لگی- بس پھر طالب علم خوب آنے لگے پھر تو یہ حالت تھی کہ خدا کے فضل اور بزرگوں کی دعا سے جس نے مجھ سے ایک بار بھی پھر پڑھ لیا پھر کبھی اس نے کسی دوسرے سے پڑھنا پسند نہیں کیا-

دارالافتاء

روٹی چومنا

سوال:- کیا روٹی چومنا جائز ہے یا نہیں ایسا ہی زمین پر روٹی گرانے کا شریعت میں کیا حکم ہے

عزیز الدین کوہاٹ

الجواب وباللہ التوفیق

اس میں کوئی شک نہیں کہ روٹی کا احترام ضروری ہے گندگی کی نالی میں پھینکنا بلکہ کسی ایسی جگہ پھینکنا جہاں بے قدری کا احتمال ہو جائز نہیں ایسا ہی پاؤں کے نیچے روندنا بھی احترام کے منافی ہے- اگر روٹی کا چومنا کسی عقیدت واحترام کے اظہار کا ذریعہ ہو پھر تو اس میں کوئی حرج نہیں تاہم کسی تارک کو ملامت کرنا یا چومنے والے کے عمل کو موجب ثواب سمجھنا زیارت علی الشرع کے مترادف ہے

قال ابن عابد ین

اما کون تقبیل الخبز بدعة فصیح ولکن البدعة لاتنحصر فی الحرام بل تنقسم الی الاحکام الخمسة ولاشك انه لایمکن الحکم علی هذا باالتحریم لانه لا دلیل علی تحریمه ولا بالکراهة لان المکروه ماورد فیه نهی خاص ولم یرد فی ذلك نهی والذی یظهر أن هذا من البدع المباحة فان قصد بذلك اکرام لاجل الاحادیث الواردة فی اکرامه فحسن ودوسه مکروه کراهة شدیدة بل مجرد القائه فی الارض من غیر دوس مکروه لحدیث ورد فی ذلك (عقود الدرئیه فی تنیقح الفتاوی الحامدئیه ج ٢ / ٣٣٤)

ترجمہ:- جہاں تک روٹی کے چومنے کو بدعت کہا گیا ہے یہ صحیح ہے لیکن بدعت صرف حرام

Scanned with CamScanner

میں منحصر قرار دینا درست نہیں بلکہ اس کی پانچ قسمیں ہیں اس میں کوئی شک کہ روٹی کے چومنے کو حرام کہنا جائز نہیں کیونکہ حرمت پر کوئی خاص دلیل نہیں پائی جاتی اور نہ مکروہ (تحریمی ہے) کیونکہ اس میں منع کے حکم کا ہونا ضروری ہے جو یہاں نہیں پایا جاتا اس کے بارے میں جو حقیقت واضح ہے وہ یہ ہے کہ یہ بدعت مباحہ میں سے ہے۔ ہمیں اگر روٹی کے احترام کے بارے میں وارد حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی شخص روٹی چومنے تو یہ اچھی بات ہے جبکہ اس کا روندنا بد ترین مکروہ ہے بلکہ بغیر روندنے کے روٹی زمین پر گرانا بھی جائز نہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

عورت کا باریک دوپٹہ پہننا

سوال:۔ اگر ایک عورت گھر میں کام کے دوران باریک دوپٹہ سر پر ڈالے جس سے سر کے بال نظر آئیں کیا ایسی عورت کو فاسقہ کہا جاسکتا ہے یا نہیں نیز گھر کی چار دیواری میں رہتے ہوئے عورت کے لئے کس قسم کے لباس کی رعایت ضروری ہے۔

نگہت سلطان پشاور

الجواب وباللہ التوفیق

پردہ عورت کی ذمہ داری ہے یہ اس پر مکلف ہے کہ اس کی زینت اور خوبصورتی کہیں فتنہ وفساد کا داعی نہ رہے یہی وجہ ہے کہ خوبصورتی کے مواضع غیر محارم سے چھپانا لازم ہے۔ گھر کی چار دیواری میں رہتے ہوئی بھی عورت محارم کے سامنے ایسی حالت میں ظاہر نہ ہو جس سے بے حیائی کا مشاہدہ ہو سکے تاہم گھر کے اندر کے ماحول بیرون خانہ ماحول سے مختلف ہے ایسی صورت میں چونکہ محارم کے سامنے فتنہ وفساد کا زیادہ احتمال نہیں رہتا ہے اس لئے سر پر باریک دوپٹہ ڈالنا مرخص ہے تاہم اگر اس میں بھی کسی بے حیائی کا اندیشہ ہو تو اس احتراز بہتر ہے اور ایسی چادر استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے جس سے بدن کا کوئی ایسا حصہ نمایاں نہ

رہے جس کا چھپانا ضروری ہے۔

وفی الهندیة – یرخص للمراة کشف الرأس فی منزلها وحدها فاولی ان یجوز لها لبس خمار رقیق یصف ماتحته عندمحارمها (ج ۵/ ۳۳۳)

ترجمہ:۔ گھر میں اکیلی عورت کے لئے سر کا کھلا رکھنا جب جائز ہے تو محارم کے ہوتے ہوئے کسی ایسے باریک دوپٹے کا پہننا بھی جائز ہے جس میں بدن نظر آوے۔

بے کار تھن والی گائے کی قربانی

سوال:۔ ایک گائے جس کا ایک تھن بے کار ہے سوکھنے کی وجہ سے اس میں دودھ نہیں آتا کیا ایسی گائے کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا

فیصل خان ورسک روڈ پشاور

الجواب وباللہ التوفیق

جس گائے، بھینس، بکری کا تھن بے کار ہو اس میں دودھ نہیں آتا ہو اور بچے کو پلانے سے یہ مادہ قاصر ہو تو ایسی گائے یا بھینس کی قربانی جائز نہیں فتاوی ہندیہ میں ہے۔

ولا تجوز الحذاء وهی قعطوعه ضرعها ولا المصرمه وهی التی لا تستطیع ان ترضع فصیلها والجزاء وهی التی یبس ضرعها (ج ۵/ ۲۹۸)

ترجمہ:۔ اور قربانی جائز نہیں ایسے مادہ کا جس کا تھن کاٹا گیا ہو یا وہ بچے کو نہیں پلا سکتی ہو اور یا اس کا تھن سوکھ گیا ہو۔

قربانی میں عید کا اعتبار

سوال:۔ اگر ایک شخص نے پشاور میں کسی شخص کو وکیل مقرر کر کے قربانی کی اجازت دی اور خود کراچی چلا گیا ایسی صورت میں پشاور کی عید کراچی کی عید سے ایک دن پہلے رہی اگر پشاور

Scanned with CamScanner

زندگی کے لئے اللہ نے تمام ضروری چیزوں کو اپنی قدرت سے وافر مقدار میں پیدا کر دیا مثلاً پانی، ہوا، دھوپ وغیرہ۔ الغرض اصل ضروریات زندگی کو اللہ نے پیدا کیا اور پیدا کر رہا ہے انسان صرف اپنی ضروریات کو آسان سے آسان تر بنانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ اس کے لئے انسان، طب، انجینئرنگ، تجارت، کاروبار، زمینداری وغیرہ مختلف میدانوں میں مشغول ہے۔ لیکن اصل زندگی انسان کی آخرت والی ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے اس دنیا میں اپنے بعد ڈاکٹروں، انجینئروں اور سائنسدانوں کی جماعت نہیں چھوڑی بلکہ محدثین، مفسرین، صوفیاء مجاہدین اور علماء کرام کی جماعت چھوڑی ہے تاکہ اس فانی دنیا میں لوگوں کا رخ آخرت کی طرف رہے۔ رہی دنیا اور اس کا نظام تو اس کو شرعی دائرے میں لوگوں کی عقلوں پر چھوڑ دیا ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔ انتم اعلم بامور دنیاکم ۔ تم دنیاوی امور کو خوب جانتے ہو۔

عصری علوم ۔ دنیاوی نظام کی درستگی کیلئے جن عصری علوم میں بے شمار لوگ مشغول ہیں ان کی بنیاد عقل، تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ چنانچہ ریاضی، فزکس، کیمسٹری اور سائنس وغیرہ کی بنیادی چیزیں ہیں۔ اس طرح اس دنیا کے نظام کو برقرار رکھنے کے لئے مختلف کردار وجود میں آئے۔ مثلاً ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، پروفیسر، جج، زمیندار، تاجر اور دکاندار وغیرہ۔ ان تمام کرداروں کا وجود ضروری اور اہم ہے اور سب ایک دوسرے کی طرف زبردست احتیاج رکھتے ہیں۔ اسی احتیاج کی وجہ سے تمدن وجود میں آیا۔ یہ تمام کردار اگر ایک دوسرے کے لئے مخلص ہوں اور دل لگی کے ساتھ کام کریں تو بہترین تہذیب و تمدن والا معاشرہ وجود میں آئے گا۔

اگر ان میں خود غرضی اور پیٹ پرستی ہوگی تو بگڑے ہوئے تمدن والا معاشرہ ہوگا۔

دینی علوم ۔ تمام دنیاوی کرداروں کے ساتھ مسلم معاشرہ میں سب سے اہم کردار عالم ہے جس کا وجود مسلم معاشرہ کے لئے سب سے اہم ہے اس لئے کہ تمام دنیاوی کردار عالم کی طرف محتاج ہیں۔ ہر دنیاوی کردار کو اپنے میدان میں شرعی راہنمائی کی ضرورت ہے

یہ کمی ایک عالم ہی پوری کر سکتا ہے کیونکہ شرعی امور کا ماہر ایک عالم ہی ہو سکتا ہے۔ عالم کے علم کی بنیاد وحی الٰہی قرآن و حدیث کی شکل میں ہے جس میں کسی قسم کی غلطی نہیں ہوتی۔ جبکہ عصری علوم کی بنیاد عقل تجربہ اور مشاہدہ میں غلطی کا امکان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تہذیب و تمدن کی ترقی کے لئے صدیاں درکار ہوتی ہیں۔ ترقی تدریجی طور پر ہوتی ہے جبکہ شرعی مسئلہ ہر وقت ترقی یافتہ ہوتا ہے۔

کرداروں کا تشخص ۔ دنیاوی نظام کے میدان مثلاً طب، تجارت وغیرہ مختلف ہیں تو ان میدانوں میں کام کرنے والے کردار بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے تجارت کرنے والا تاجر، زمینداری کرنے والا زمیندار مطب کرنے والا طبیب کہلائے گا۔ یہ کردار ایک دوسرے میں مدغم نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ایک بہترین ڈاکٹر بیک وقت بہترین انجینئر نہیں بن سکتا۔ ایک بہترین تاجر زمیندار نہیں بن سکتا۔ الغرض ہر شخص ہر فن مولا نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی اس حکمت بالغہ کے تحت دنیاوی نظام صحیح ڈگر پر چل رہا ہے۔

اسی طرح ایک عالم ڈاکٹر نہیں بن سکتا۔ اور ڈاکٹر عالم نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ دونوں کی محنت کے میدان مختلف ہیں۔ اگر کسی شخص نے ایسی کوشش کی کہ مختلف کرداروں کا حامل بن جائے تو ناکام کوشش ہوگی۔ کوئی ایک آدھ شخص ممکن ہے کامیاب ہو جائے لیکن سب کے بارے میں ایسا سوچنا مفید نہیں بلکہ ممکن ہے کہ نیم حکیم خطرہ جان والا کردار وجود میں آجائے۔ ایک شخص بیک وقت ایک میدان میں ترقی کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس میدان میں لوگ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرتے ہیں۔ پھر ہر میدان میں بے شمار شاخیں ہوتی ہیں۔ ان میں تخصص کرتا ہے۔ مثلاً طب۔ ڈاکٹر بننے کے بعد کوئی امراض دل کا ماہر بنتا ہے کوئی میڈیکل سپیشلسٹ کوئی کینسر میں تخصص کرتا ہے کوئی ای این ٹی سپیشلسٹ بنتا ہے۔

ادارے ۔ جس طرح ہر دنیاوی کردار ایک دوسرے سے الگ ہے تو ان کا نصاب اور ادارہ بھی الگ ہے۔ مثلاً میڈیکل کالج، انجینئرنگ کالج سے الگ ہے۔ کامرس کالج سائنس کالج

سے الگ ہے-ہر ایک کا اپنا نصاب اور ادارہ ہے-اس طرح دینی ادارے ہیں-ان کا نصاب بھی الگ ہے ان کا اپنا ایک الگ تشخص اور ادارہ ہے بلکہ دینی ادارے کے طلباء کی دنیاوی اداروں کے طلباء سے صورت اور سیرت بھی جدا ہوتی ہے-حالانکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق تمام مسلمانوں کی صورت و سیرت اسلامی ہونی چاہیئے تھی-خواہ مسلمان کی دینی مدرسہ کا طالب علم ہو یا کسی یونیورسٹی کا-

ان امتیازات کے ہوتے ہوئے ایک ڈاکٹر کو صرف ڈاکٹر رہنا چاہیئے-ایک انجینئر کو صرف انجینئر اور ایک عالم کو محض عالم رہنا چاہیئے-تمام کرداروں کو اگر الگ الگ صحیح تعلیم وتربیت دی جائے تو معاشرہ کو ہر فن کا صحیح ماہر میسر ہوگا-

دنیاوی کردار کی تربیت -لیکن مسلم معاشرہ کو صحیح باکردار، دیندار ڈاکٹر انجینئر اور سائنسدان وغیرہ کی ضرورت ہے ہمیں غیر مسلم معاشرہ کی طرح محض ڈاکٹر اور انجینئر کی ضرورت نہیں-لہذا ان بنیادی کرداروں کی صحیح تعلیم وتربیت کے لئے نصاب میں قدرے تبدیلی اور زیادتی ناگزیر ہے-پرائمری سے یونیورسٹی لیول تک جو نصاب پڑھایا جاتا ہے اس میں اسلام کے بارے میں یا تو بالکل ناقص معلومات ہیں یا پھر بالکل ندارد-انگریزی زبان انگریزوں کی تہذیب میں سکھائی جاتی ہے-انگریزی میں انگریزوں کے قصے ہیں-انگریز شاعروں کی نظمیں ہیں-اردو ادب میں ناول، فرضی قصے اور ڈرامے ہیں انگریزی اور اردو بے شک سیکھیں لیکن سنجیدہ ادبی زبان کے ساتھ اس میں اسلامی معلومات ہونی چاہئیں-تاکہ طالب علم انگریزی اور اردو سیکھنے کے ساتھ اسلام کے بارے میں بھی بہت کچھ سیکھ سکے عصری علوم پڑھنے والوں کیلئے ناظرہ قرآن مجید کے علاوہ پانچویں جماعت سے میٹرک تک عربی زبان گرائمر کے لحاظ سے بطور ایک مضمون کے پڑھائی جائے تاکہ میٹرک تک طالب علم میں عربی بولنے اور لکھنے کی قدرے استعداد پیدا ہو-اس کے بعد ایف اے-ایف ایس سی-بی اے-بی ایس سی-ایم اے-ایم ایس سی-ایم بی بی ایس اور انجینئرنگ وغیرہ کے ہر

سال میں آسان عربی زبان میں کوئی ایک ایسی کتاب مقرر کی جائے جو تین موضوعات پر مشتمل ہو-(۱)بنیادی عقائد (۲)ضروری فقہی مسائل (۳)اسلامی اخلاق-

اس طرح ایم اے تک طالب علم چھ کتابیں-ایم بی بی ایس والا سات اور انجینئرنگ والا چھ کتابیں پڑھے گا-ان کتابوں کو لازمی قرار دینا ہوگا-اس طرح ڈاکٹر، انجینئر یا ماسٹر ڈگری والا اسلامی ضروری معلومات اور اسلامی اخلاق کا حامل ہوگا یا پھر کم از کم اخلاق ندارد تو نہ ہوگا-

یہ ایک مضمون عصری علوم حاصل کرنے والوں پر بوجھ نہیں بنے گا-طالب علم کا اپنا فن بھی متاثر نہ ہوگا-اور فارغ التحصیل ڈاکٹر اور انجینئر ہی کہلائے گا-لیکن ہوگا ایک صحیح دیندار مسلمان -زیر تجویز خاکہ میں پرائمری سے یونیورسٹی لیول تک جو نصاب تجویز کیا گیا ہے-عصری اور دینی علوم کا مرکب ہے-یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ ابتداء سے کسی طالب کو ایسا نصاب پڑھایا جائے جو نصف طب کا ہو اور نصف انجینئرنگ کا تاکہ طالب علم فارغ ہونے کے بعد بیک وقت ڈاکٹر بھی ہو اور انجینئر بھی لیکن ایسا ناممکن ہے کہ ایک طالب علم بیک وقت عالم بھی ہو اور ڈاکٹر بھی-مدرسہ کالج اور عصری علوم کی یونیورسٹی نہیں بن سکتا-اور کالج اور یونیورسٹی مدرسہ نہیں بن سکتے-تجویز کردہ نصاب کو مثلاً ایم بی بی ایس کے طالب علم نے محنت کے ساتھ پڑھ لیا تو وہ ڈاکٹر کہلائے گا یا عالم فارغ ہونے کے بعد وہ کسی مدرسہ میں پڑھائے گا یا کسی ہسپتال میں ڈاکٹری کرے گا-اس کو ایم بی بی ایس کی سند دی جائے گی یا فاضل دینیات کی-وہ اپنی محنت کی جولانگاہ کس میدان کو بنائے گا-گویا ایک شخص کی بہترین صلاحیتوں کی بدترین تقسیم ہوگی-جس کے نتیجے میں ملک و معاشرہ یا تو ایک اچھے عالم سے محروم رہ جائے گا یا پھر ایک اچھے ڈاکٹر سے-ایک مشکل یہ پیش آئے گی کہ دینی مدرسہ کا اپنا ایک پاک ماحول ہوتا ہے-طالب علم اس مقدس ماحول میں مقدس رہ کر علم دین حاصل کرتا ہے اور نیت یہ ہوتی ہے کہ دین کی خدمت کروں گا-

لیکن تجویز کردہ نصاب میں دینی نصاب کے لئے مدرسہ کا مقدس ماحول پیدا کرنا مشکل ہے

[illegible]

[illegible]

گرمیوں میں باریک کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے اور سردیوں میں گرم اور موٹے کپڑوں کی۔
گرمیوں میں اونی کپڑے کی ضرورت نہیں رہتی اور سردیوں میں باریک کپڑے کی۔
الغرض دنیاوی کردار اور دینی کردار دونوں ایک دوسرے میں مدغم نہیں ہوسکتے دونوں کی راہیں الگ الگ ہیں۔ دونوں کے ادارے اور نصاب جدا ہے۔ دنیاوی کردار دوران تعلیم صرف بنیادی عقاید۔ فرائض اور اخلاق سیکھے تاکہ مسلم اور غیر مسلم معاشرے کے دنیاوی کرداروں میں نمایاں فرق ہو۔ اور دینی کردار عالم صرف اپنے دور کے مسائل کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرے تاکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنے دور کے مسائل کو حل کرسکے۔ اگر دینی اور دنیاوی کرداروں نے مذکورہ ضرورتوں کے علاوہ ادھر ادھر کی کوششیں شروع کیں تو اپنے۔ ان میں نقصان اٹھائیں گے۔ دنیاوی کردار دنیا کا نہیں رہے گا اور دینی کردار دین کا نہیں رہے گا۔ یا دونوں کردار نہ دین کے رہیں گے نہ دنیا کے۔ خدانخواستہ نتیجہ ہوگا

بقیہ صفحہ ۱۶
حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں بارہا گنگوہ حاضر ہوا اور جی میں بھی آیا کہ حضرت مولانا سے عرض کردوں کہ مجھے بھی حدیث کی سند دے دیجئے۔ لیکن کبھی اس درخواست کی ہمت ہی نہ پڑی۔ جب اس نیت سے گیا تو یہی خیال ہوا کہ تو یہ تمنا لے کر تو جاتا ہے لیکن تجھے کچھ آتا جاتا بھی ہے۔ بارہا خیال ہوا کہ عرض کروں کہ سب کو حضرت سند دیتے ہیں مجھے بھی سند دیدیجئے۔ مگر پھر خیال ہوا کہ مولانا پوچھ بیٹھیں کہ تجھے کچھ آتا بھی ہے جو سند لیتا ہے تو کیا جواب دوں گا اس لئے کبھی اس درخواست کی ہمت ہی نہ ہوئی حالانکہ حضرت مولانا دیوبندی ہندوستان میں حدیث کے اندر بے نظیر تھے تو جناب ہم نے تو وہ وقت دیکھا ہے اب یہ کہ درخواستیں کرتے ہیں کہ ہمیں سند دے دو جس نے وہ زمانہ دیکھا ہو بھلا اس کو ایسی باتوں کا کیونکر تحمل ہو (ماخوذ آپ بیتی ۶ صفحہ ۴۰۶)

متاعِ وقت اور حیات مستعار

مولانا قاری احسان الحق

بچپن کے معصوم حالات کس قدر ماضی کی خوبصورت یادیں بن جاتی ہیں۔ عہد شباب وقت کے کوہ بیابان کو رفتار کی کس تیزی سے طے کر کے انسانی زندگی کا پرانا افسانہ بن جاتا ہے۔ اور بڑھاپے کی متانت کی دشت میں دوڑنے کے بعد جب زندگی کے اختتام پر راہ حیات کا مسافر گذرے ہوئے سالوں کے لمحات پر مشتمل قافلہ وقت پر سرسری نظر ڈالتا ہے تو اس کو بچپن، جوانی، کہولت اور بڑھاپے کی صبح وشام سے زندگی کی یہ مستعار گھڑیاں ایک ایسا خواب معلوم ہوتا ہے جس کی ابتداء کا ابھی پوری طرح احساس بھی نہ ہوا ہو کہ آنکھ کھلنے سے اس کے اختتام کا مرحلہ بھی پورا ہوجائے۔ انسان اس دنیا میں نہ اپنی مرضی سے آیا ہے اور نہ اپنی خواہش سے جائیگا۔ اس کی آمد اور سفر دونوں اس کے اختیار میں نہیں زندگی اور حیات نے اس کو لایا ہے اور قضا جب چاہے گی لے چلے گی کس طرح اپنی مرضی سے آنا جانا ہوا۔

لائی حیات آئے ، قضا لے چلی چلے
اپنی مرضی سے آئے نہ اپنی مرضی سے چلے

انسان کی مثال مسافر کی طرح ہے اور زندگی اس کے لئے راہ حیات کی مانند ہے۔ اس راہ حیات کے مسافر کے پاس اگر کچھ ہے تو وہ آمد و رفت کے درمیان یہ فانی عمر ہے جس کی تعمیر و تخریب، آبادی و ویرانی خار و گل اس کے اختیار میں ہے) اب اس کے پاس دو پہلو ہیں ایک تعمیری دوسرا تخریبی اگر تعمیری پہلو اپنائے گا تو فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔ یا تخریب کا پہلو اپنا کر سیم و تھور کے خارزار میں قدم رکھ کر خود اپنی بربادی اور ویرانی کا راستہ ہموار کرتا ہے پہلا پہلو سعادتمندوں کا ہے اور دوسرا بد نصیبوں کا سعادت مندی کے دامن میں ہر انسان کو اختیار ہے کہ جتنی کوشش کرے گا اتنا ہی اس کا دامن نصیب ثمر آور ہوگا۔ اس لئے

کہ یہ قانون ہے کہ **ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین**۔

زندگی کی قدر۔ انسان کو فطری زندگی دی گئی ہے اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس کو دنیا میں اس لئے بھیجا گیا۔ حدیث میں ہے "الدنیا مزرعۃ الآخرۃ" دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور یہاں اس عمر فانی پر آخرت والی زندگی کا حال موقوف ہے۔ لیکن یہ دنیا کا ... کے لئے سامان اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس میں انسان گم ہو کر زندگی کا اصل مقصد بھول جاتا ہے۔ اس غفلت سے نکلنے اور اصل تعمیری مقصد میں زندگی صرف کرنے کے لئے قرآن نے بار بار اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ "**وھو الذی جعل لکم اللیل والنھار خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا**"

ترجمہ: اور اللہ وہ ذات ہے جس نے رات دن ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا اس شخص کی (نصیحت کے) لئے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔

قرآن میں دن رات، زمانہ کی قسم کے ساتھ ساتھ مختلف اوقات کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ کہیں صبح کی قسم، کہیں ضحیٰ کی، کہیں وقت عصر کی قسم کھائی گئی ہے۔ ان قسموں کا ایک مقصد یہ ہے کہ انسان کو وقت اور عمر عزیز سے نفع حاصل کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے۔ وقت کے اعتبار سے حقوق دو قسم کے ہیں۔ (1) حقوق فی الاوقات (2) حقوق الاوقات

(حقوق فی الاوقات) وہ ہیں جو ان اوقات میں مقرر ہیں۔ اس لئے کہ اسلام نے عمل اور علم کے متعلق ایک معین وقت کے اندر اندر ادائیگی کی پابندی کی ہے جیسے نماز کے اوقات ہیں۔ ہر نماز کا ایک معین وقت ہے اگر وہ وقت نکل جائے تو اس وقت کی نماز قضا ہو سکتی ہے۔ لیکن اس قضاء کو ادا نہیں کہہ سکتے۔ روزوں کے لئے ایک خاص مہینہ مقرر کیا ہے اگر اس مخصوص مہینہ میں یہ فریضہ ادا نہ ہوا تو پوری زندگی کے روزوں سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ زکوٰۃ ہے ایک معین مدت گذر جانے کے بعد اس کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔ حج کے لئے ایک مخصوص دن ہے اس دن اگر ادا نہیں کیا تو پھر سال بھر

[illegible] ... **ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا** ... [illegible] ... **شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن** ... [illegible]

وللہ علی الناس حج البیت ... [illegible]

حقوق الاوقات۔ [illegible] ... **من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ** ... [illegible]

اسی طرح حضور نے ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا: **اغتنم خمسا قبل خمس حیاتک قبل موتک و صحتک قبل سقمک وغناک قبل فقرک وفراغک قبل شغلک وشبابک قبل ھرمک**۔

ترجمہ: پانچ کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو۔ موت سے پہلے زندگی کو، بیماری سے پہلے تندرستی کو، مشغولیت سے پہلے فراغت کی گھڑی کو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور فقر سے پہلے مالداری کو۔ ان احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق الاوقات بیان کئے ہیں۔ ...

کا تحسین اسلام وہ ترک مالا یعنیہ ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اوقات کے حقوق کو ضائع نہ کرے- سورۂ بروج کی تفسیر میں تفسیر مدارک نے لکھا ہے کہ ہر دن لسان حال سے آواز دیتا ہے کہ اے بندے اور اے انسان اگر میں خالی گذر گیا تو پھر مجھے حاصل نہ کر سکو گے جیسے اگر انسان فصل بونے کے ایام میں فصل بوئے تو کاٹنے کے ایام میں کاٹے گا- اگر بوائی کے ایام اسی طرح گذر گئے تو کٹائی کے ایام میں کچھ حاصل نہیں کر سکے گا- اس لئے حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا اسلام انسان کا یہ ہے کہ وہ چھوڑے بیہودہ باتوں اور کاموں کو- علامہ سیوطیؒ نے "جمع الجوامع" میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز صبح کو جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس وقت دن یہ اعلان کرتا ہے "من استطاع ان یعمل خیراً فلیعمله فانی غیر مکرر علیکم ابداً" آج اگر کوئی بھلائی کر سکتا ہے تو کر لے آج کے بعد میں پھر کبھی واپس نہیں لوٹوں گا- اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت کا ہم پر حق ہے- بزرگان دین ان اوقات کے حقوق ادا کرتے ہیں-

ایک بزرگ تھا جس کا نام بزرجمہر تھا بہت ہی متقی انسان تھا ضرب المثل میں بہت مشہور تھا ایک دن لوگ اکٹھے تھے بزرگ جمہر بھی ان کے ساتھ تھے- ہر آدمی کچھ نہ کچھ کہتا جاتا تھا لیکن بزرگ صاحب خاموش بیٹھے تھے ایک آدمی نے بزرگ کو کہا لوگ کہتے ہیں کہ آپ ضرب المثل میں بہت ہوشیار ہیں- اور آپ اب چپ بیٹھے ہو- بزرگ نے کہا-

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است   وگر خاموش بنشینم گناہ است

اگر میں دیکھوں کہ نابینا جا رہا ہے اور سامنے کنواں ہے اور میں خاموش رہوں تو گناہ ہے مطلب یہ ہے کہ ضرورت ہو بات کی تو بات کرو اگر ضرورت نہ ہو تو پھر خاموش رہنا اچھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کا چپ بیٹھنا بھی زیادہ ہوتا تھا- ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے-

یسر المرء ماذهب اللیالی   وکان ذهابهن له ذهاب

انسان خوش ہوتا ہے- سال گذر گیا حالانکہ یہ بھی سال کے ساتھ گذر آیا اگر اس میں کچھ کام کیا ہو تو اس کا فائدہ ملے گا اس کو اگر نہ کیا ہو تو پھر سال واپس نہیں آتا جس طرح کہ کہا گیا ہے-

صدا عیش کے دوران دکھاتا نہیں   گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان اوقات کو خالی نہ گزرنے دیں دوسرا اس میں کچھ کام کرے لیکن اوقات کو کسی مفید کام میں مشغول رکھنے کے لئے نفس کی مخالفت کرنے کا بھی عہد کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ان النفس لامارۃ بالسوء انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو ایسے کام میں صرف کرے جس سے اس کو دین و دنیا میں کچھ فائدہ حاصل ہو وہ کسی شخص نے ہارون الرشید بادشاہ کے درگاہ میں ایک عجیب وغریب کرتب دکھانے کی اجازت چاہی تھی- جب اجازت مل گئی تو دربار میں حاضر ہو کر فرش کے بیچوں بیچ ایک سوئی کھڑی کر دی اور کچھ فاصلے پر بہت سی سوئیاں ہاتھ میں لے کر کھڑا ہو گیا- پھر اس نے ایک سوئی لی اور فرش پر کھڑی ہوئی سوئی کا نشانہ لیا دربار میں موجود لوگوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ یہ دوسری سوئی پہلی سوئی کے ناکے میں داخل ہو کر پار ہو چکی ہے اس طرح اس نے دس سوئیاں پھینکیں اور سب کی سب پہلی سوئی کے ناکے سے پار ہو گئیں- ہارون الرشید بادشاہ نے یہ عجیب کمال دیکھا تو حکم دیا کہ اس آدمی کو دس دینار انعام میں دئے جائیں اور دس کوڑے لگائے جائیں- حاضرین نے اس حیرت انگیز انعام کی وجہ پوچھی تو بادشاہ نے کہا کہ دس دینار اس شخص کی ذہانت نشانے کی سچائی کا انعام ہے اور دس کوڑے اس بات کی سزا ہے کہ اس نے اپنی خداداد صلاحیتیں اور قیمتی وقت ایسے کام میں خرچ کیا جس کا دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں- تو اوقات کو مفید کام میں لانے کے لئے نفس کی مخالفت ضروری ہے ایک واقعہ قصیدہ بردہ کی شرح خرپوتی (عربی) میں ہے نفس کی مخالفت کے بارے میں کچھ پرانے زمانے میں ایک بادشاہ تھا گرمی کے سخت ایام تھے- اور رمضان

بقیہ ص ۴۴

شہید

امام الزاھدین والعارفین
قاضی محمد زاہد الحسینیؒ

شہید! یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اسم فاعل کے معنی میں بھی آتا ہے اور اسم مفعول کے معنی میں بھی۔ خداوند تعالی کے اسم صفاتیہ میں سے ایک نام بھی ہے۔ جس کے معنی علیم و خبیر کے ہیں کہ جس سے کوئی موجود و معدوم پوشیدہ نہ ہو۔ اصطلاح میں شہید اس انسان کو کہا جاتا ہے۔ جو اللہ کے نام کو بلند کرتے ہوئے باطل کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے

اس کو شہید کیوں کہتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس کے جنتی ہونے پر گواہ ہیں

(۲) یہ حاضر ہے گویا کہ راہی نہیں

(۳) یہ حق کی شہادت پر آخر تک قائم رہا۔ اس کی جان چلی گئی مگر اس نے حق کا ساتھ نہ چھوڑا

(۴) اللہ تعالی کی طرف سے جو اعزاز و اکرام اس کا کیا گیا اس کو اس نے مشاہدہ کر لیا۔ باقی انسان قیامت کے بعد ملاحظہ کر سکیں گے۔

انسانی تخلیق کے بالکل ساتھ ساتھ شہادت کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ اور اس انداز سے شروع ہوا کہ ایک بھائی دوسرے کا قاتل ہوا۔ اسی لئے انسانی تاریخ میں یہ بد بختی صرف انسان ہی کے حصہ میں آئی ہے کہ اشرف المخلوقات کہلانے والا ایک دوسرے کو قتل کر دیتا ہے۔ مقتول اکثر اوقات مظلوم ہی ہوا کرتا ہے۔ اور یہ بھی تاریخ کے زریں اوراق میں موجود ہے کہ ظالم نے جب کسی معصوم اور محفوظ الدم کو اپنی خواہشات کی

تکمیل میں تہ تیغ کیا اور بے کفن لاشوں کی تڑپ کو اپنی آرائش محفل کا سامان سمجھا۔ تو تھوڑے ہی زمانہ کے بعد اس ظالم کی لاش بے گور و کفن رہی۔ اور ظلم تو باقی رہا۔ مگر ظالم کی بنیاد ہی اکھیڑ دی گئی۔ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے ایک ظالم نے اپنی شہوانی اغراض کی تکمیل میں اپنے بھائی صاحب کو قتل کر ڈالا۔ مگر قتل کے خوف سے ابھی ہاتھ اسی طرح آلودہ تھے کہ ندامت اور پشیمانی نے اس کو ذلت اور خسران کے قعر عمیق میں دھکیل دیا۔ خداوند تعالی کا فرمان آج بھی اس تاریخ کو یوں بیان فرما رہا ہے۔

واتل علیهم نبا ابنی آدم بالحق (الایات)

اور آپ ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر سنائیے جبکہ دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی اور اس میں سے ایک کی تو مقبول ہو گئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی۔ وہ دوسرا کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا۔ اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالی متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں۔ اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرے گا۔ تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کے لئے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں میں تو پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں۔ میں یوں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر پر رکھ لے۔ پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جائے۔ اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی۔ سو اس کے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ پھر اس کو قتل ہی کر ڈالا۔ جس سے بڑے نقصان والوں میں شامل ہو گیا۔ سو بڑا شرمندہ ہوا۔ (المائدہ)

تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا میں ناجائز خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اگر ایسے بدبخت موجود ہیں جو دوسروں کی عزیز گراں مایہ زندگی محض ذاتی اقتدار، فرعونی غرور، نمرودی لالچ کے نشے میں ختم کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں تو ایسے پاک دامن بلند اقبال، نیک طینت، سلیم الفطرت عشاق کی بھی کمی نہیں۔ جو اپنے محبوب جسم کو خاک و خون میں ملوث کر سکتے ہیں۔ اپنے جگر کا کباب بنانا پسند کر سکتے ہیں۔ اپنے اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ مگر

Scanned with CamScanner

اس امر کو پسند نہیں کرتے کہ حق پائمال ہو- صداقت کا خون ہو، حقیقت کی گردن کشی ہو- باالفاظ دیگر اگر یزیدوں کی کمی نہیں تو حسین کے پر تو بھی ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں- اور تاریخ ایسے افراد پیدا کر دیتی ہے جو اللہ تعالی سے خراج تحسین حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو چور چور کرنا اپنا مقدس نصب العین سمجھتے ہیں- محبوب رب العالمین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین میں اگر ابو لہب تھا، عتبہ تھا- تو وہاں اپ کے کفش برداروں میں مجدع کا مقدس خطاب پانے والا عبداللہ بھی موجود تھا-

جس نے یہ دعا کی!

"اے رب العالمین! میرا مقابلہ میدان جہاد میں (جہاں حق و باطل کا معرکہ ہے- جہاں نور اور ظلمت بر سر پیکار ہے- جہاں صدق و کذب کی ٹکر ہے) ایک ایسے طاقتور شجاع، دلیر، مخالف سے ہو- جو میرے ساتھ کافی دیر تک لڑتا رہے میں اس پر وار کروں- وہ مجھ کو اپنا نشانہ بنائے آخر انجام کار یہ ہو کہ وہ مجھ کو قتل کر دے- قتل کے بعد میرے اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے میرے کان کاٹ ڈالے- میرا ناک قطع کر دے- اے مالک الملک! پھر جب تو اپنی قدرت کاملہ سے میرے جسم کو صحیح و سالم فرما کر مجھ سے یہ پوچھے کہ! اے عبداللہ یہ کان ناک اور دوسرے اعضاء کہاں کٹوائے- تو میں جواب میں یہ عرض کروں کہ اے مالک حقیقی تیری رضا طلبی میں میں نے اپنا یہ حال کروایا- تو اے خدا مجھے یہ فرمادے کہ صدقت اے عبداللہ تو نے سچ کر دکھلایا-

زمانہ گزر گیا - گزر رہا ہے- گزر جائے گا مگر جب تک شمع باقی ہے- پروانے آتے رہیں گے اور شمع کی ادا پر جلتے رہیں گے- انہی کو فرمایا گیا کہ وہ زندہ ہیں- عیش و آرام میں ہیں- ظالم ان کی زندگی کو ختم کرنے کے خواب میں تھا مگر وہ لبدی زندگی پا گئے-

ولا تقولوا لمن يقتل فی سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون (بقرہ)

تم نے روز روشن میں دیکھا کہ ان کا خون بہایا گیا- ان کو زیر زمین کر دیا گیا- تمہارا تجربہ،

تمہارے حواس، تمہارا مشاہدہ، تمہارا علم سب اسی امر کی شہادت دے رہے ہیں- کہ وہ مظلوم مر گئے دفن ہو گئے- مگر یاد رکھو تمہارے حواس کا خالق، علام الغیوب، کائنات عالم کا مدبر الا له الخلق والامر کا سچا مصداق اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ وہ مرے نہیں بلکہ تم کو یہ بھی جائز اور درست نہیں کہ تم ان کو مردہ بھی کہہ سکو- وہ تو زندہ ہیں- خواہ تم نہ سمجھ سکو-

ان میں ایسے بھی ہیں کہ جن کا جسم اسی طرح محفوظ ہے- موجود ہے- وہ اپنے جسم کے ساتھ عیش و راحت سے ہمکنار ہو رہے ہیں

محمد رسول ﷺ خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین ما هو علی الغيب بضنين کا ارشاد ہے کہ آپ کا مشاہدہ ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اپنے جسم اور تشخص کے ساتھ اڑ رہے ہیں- یہ شہادت فی سبیل اللہ وہ خواہش اور تمنا ہے کہ جو دار آخرت کے غیر فانی سرور و راحت کے مہیا ہونے کے باوجود کی جائے گی- جنت کے نعم و اکرام سے مشرف ہونے والا بھی یہ تمنا کرے گا کہ اللہ مجھ کو دنیا میں پھیر دے- تا کہ میں پھر قتل ہو کر تیرے پاس آؤں - یہی وہ پاک وجود ہے جن سے ان کے اس خون کا الگ کرنا دھونا گناہ ہے- جو اس جذبہ اطاعت میں گیا اور ان کے وجود کو ملوث کیا- نامہ اعمال میں وہ سب سے بڑا ذخیرہ اور سب سے بڑی شہادت اور سب سے بڑی کفالت ہے لاکھوں سلام کے مستحق ہیں ایسے وجود کروڑوں اکرام ان پر نثار، لا تعداد اعزاز ان کے قدموں پر نچھاور

بناكر دند خوش رسمے بخاك و خون غلطيدن
خدا رحمت كند اين عاشقان پاك طينت را

Scanned with CamScanner

ماہنامہ العصر ماضی کے آئینے میں

مولانا حمید اللہ

شیطانی محنت کی یلغار، فرق باطلہ اور مغربی تہذیب کے اثرات عالم اسلام پر چھائے ہوئے ہیں اور امت مسلمہ کو خواب غفلت میں سلا کر دینی اور مذہبی سرمایہ کو لوٹنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ اور اسلاف پر قلم درازی کی بھاگ دوڑ میں ہے۔ تاکہ مسلمانوں کے نظروں سے اسلاف کے مشعل راہ اور روشن کارنامے مخفی رہیں۔ کفر و دہریت کے اس دلدل میں قلمی قوت ایک بہترین ہتھیار ہے۔ رسائل و جرائد اور مجلات کے ذریعے امت مسلمہ کو بیدار کرنا اور دشمنان اسلام اور فرق باطلہ کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا یقیناً جہاد سے کم نہیں۔

اس میدان کے سربکف جانبازوں میں مدارس عربیہ کے علماء و طلبہ کا کردار نمایاں ہے۔ مال و جان کی قربانی دیکر محمد عربی کی ایک ایک اداء کی حفاظت اور لوگوں میں رواج دینے کے آرزومند ہیں۔ اسلامی نظریات میں بے جا دخل اندازی اور غلط نظریات ان کے لئے ناقابل برداشت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وقتاً فوقتاً پیش آنے والے مسائل میں عالم اسلام کی راہنمائی رسائل و جرائد، مجلات اور ماہناموں کے ذریعے کرتے ہیں۔

اس میدان میں جنوری 1995ء سے جامعہ عثمانیہ کے ترجمان "العصر" نے قدم رکھا۔ جو علمی دنیا میں دینی، اصلاحی، علمی و تحقیقی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ یومیہ اخبارات، ہفتہ وار، جرائد ماہناموں اور سہ ماہی مجلات کی بہتات کے باوجود ماہنامہ "العصر" کا اضافہ یقیناً سوال پیدا کر رہا ہے۔ کہ اس میدان میں کثرت سے رسائل و جرائد شائع ہونے کے باوجود "العصر" کے اضافہ کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن اگر اقوام عالم کی حالت پر نظر دوڑائیں۔ تو اس مادی دور کی مناسبت سے یہ تمام رسائل و جرائد اب بھی آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ اگرچہ "العصر" اب اپنے بچپن کے دور سے گزر رہا ہے۔ مگر اس کے باوجود علمی تحقیقی جرائد

میں مقام حاصل کرنا یقیناً بڑی بات ہے۔ تاہم یہ محض ہمارے اکابرین اساتذہ، رفقاء کرام اور بے لوث خدام دین کی توجہات کی مرہون منت ہے۔ انہوں نے ابتداء ہی سے "العصر" کے اہداف کا تعین کچھ یوں کیا کہ۔

"انشاء اللہ اس مشن میں توحید باری تعالی، شان رسالتؐ، عظمت صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ مخلوق خدا کی خیر خواہی اور علمی و تحقیقی مضامین شائع کرتے رہیں گے۔ تجدید سیاسیات و تجدید معاشیات جیسے اہم موضوعات لیکر آگے کی طرف بڑھتا رہے گا" اور جہاں کہیں شیطانی قوت یا فرقہ باطلہ اسلامی اقتدار پر حملہ آور ہو تو العصر ہر میدان میں ان کے سر پر ننگی تلوار ہوگی۔ جبکہ 1995ء میں العصر کے سرپرست اعلی مولانا شیر علی شاہ صاحب اپنی ایک تحریر میں یوں رقم طراز ہیں۔

"حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب، مفتی و استاد حدیث دارالعلوم حقانیہ کی زیر ادارت جامعہ عثمانیہ کی طرف ایک جدید موقر ماہنامہ "العصر" کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا ہے جس کا پہلا شمارہ پوری آب و تاب کے ساتھ آسمان صحافت پر نمودار ہو گیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ خالص مذہبی، دینی، تبلیغی مجلّہ "العصر" اسم بامسمی ثابت ہو۔ اور "ولکل مسمی حظ من اسمہ" کے مطابق اپنے بلند پایہ معیاری مضامین اور مدلل مستحکم علمی بحوث اور دیگر حالات حاضرہ کے اہم مسائل کے ساتھ ساتھ جملہ عصری تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو۔"

وما ذلك على الله بعزيز "

العصر کے گزشتہ چند سالوں پر نظر ڈالی جائے تو۔

یہ بات مخفی نہیں کہ العصر نے تھوڑی مدت میں علمی دنیا مین ایک بلند مقام حاصل کر لیا ہے۔ العصر کے ابتدائی اوراق میں مدیر العصر کے قلم سے "صدائے عصر" میں ملک کے سیاسی، غیر سیاسی اور عالم اسلام کو درپیش مسائل پر اسلامی تصور میں امت مسلمہ کی راہنمائی کے علاوہ اکناف عالم میں ہونے والے تمام واقعات اور سنگین مسائل پر ایک فلسفیانہ انداز سے تبصرے

ہوئے ہیں۔ مثلاً
اپریل 1995ء میں پاکستان کے ہمسایہ ملکوں نے سمجھوتہ کیا اور ایٹمی دھماکوں کا پتہ چلانے کے لئے زلزلہ پیمائی سسٹم چکوال میں نصب کیا گیا۔ صدائے عصر میں اس معاہدہ کی شرعی حیثیت ظاہر کر دی گئی کہ شرعی نقطہ نظر سے یہ معاہدہ فرمان خداوندی کے خلاف ہے۔ اس طرح مسئلہ کشمیر پر امریکی ثالثی احتساب کے تقاضے، غوری میزائل کا کامیاب ترین تجربہ اور ہماری ذمہ داریاں، انتظامی امور میں فوج کی شرکت، ایٹمی دھماکے اور چھچنیا، کوسوا، کارگل میں ہونے والے جیسے اہم واقعات اور حالات حاضرہ کے اہم موضوعات العصر میں زیر قلم آ چکے ہیں جس سے گاہ بگاہ عالم اسلام کو آگاہی بیداری کا درس ملتا ہے۔

ہر دور میں علمائے دین نے تعلیمات نبوی کی آبیاری کیلئے رائج الوقت حربے استعمال کر لئے ہیں۔ جس طرح ایک زمانہ میں فلسفہ اور منطق کی مانگ زیادہ تھی۔ تو مالیان باغ نبوت نے خوب مہارت حاصل کر کے فرق باطلہ کا پوسٹ مارٹم کیا جبکہ آج کل مادہ پرستی کا دور ہے۔ ہر شخص معیشت کی بہتری کی بھاگ دوڑ میں ہے۔ امت مسلمہ اسلامی معیشت کے پیاسے ہیں۔ اس سلسلہ میں العصر نے اپنے اوراق کو معاشیات کے مضامین سے مزین کئے رکھا ہے۔ یہود و نصاری کے بنے ہوئے معاشی اصول پر نکتہ چینی کر کے معاشیات کا اسلامی تصور پیش کیا ہے۔ اس بارے میں العصر کے نام شکریہ کے بہت سے خطوط آئے ہوئے ہیں۔ خصوصاً طالبان افغانستان کے کئی نمائندے یہاں سے فوٹو سٹیٹ کرا کے لے گئے ہیں۔ العصر کا یہ مایہ ناز مقام قابل رشک ہے۔

چہ ہم اس پر بس نہیں۔ العصر اسلامی معاشرہ میں حیثیت مفتی لوگوں کی راہنمائی کرتا ہے۔ یہ بات قارئین العصر پر پوشیدہ نہیں کہ العصر کا دار الافتاء معرکۃ الآراء اور جدید مسائل میں امت مسلمہ کی راہنمائی کر رہا ہے۔

اسلامی معاشرہ، تبلیغ، سلوک بھی العصر کا اہم حصہ ہے۔ تا کہ امت میں اسلامی تعلیمات کا

رواج پیدا ہو جائے۔ وقت اور علم کی مناسبت سے فضائل، بتا کر اکابرین کے عشق آمیز واقعات سے مسلمانوں میں عملی سوچ ابھار رہا ہے کبھی کبھار خصوصی نمبر شائع کرتا ہے۔ مثلاً تحریک آزادی میں علماء سرحد کا کردار جس سے اکابرین کے ایمان افروز حالات سے مسلمانوں میں دینی اور جہادی جذبہ پیدا کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ آئندہ بھی ادارہ اس قسم کے خصوصی نمبر شائع کرے گا۔ مثلاً ارادہ ہے کہ صوبہ سرحد کی سطح پر فقہی خدمات کا جائزہ پیش کیا جائے۔

قرآنی خدمات میں محاسن قرآن کے نام سے لوگوں کو قرآن کی صحیح تعلیمات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح باہر سے ارباب علم و دانش کے قیمتی مقالات کو شائع کرتا ہے۔ یہ رسالہ اندرون و بیرون ملک اہم دینی علمی شخصیات تک اور لائبریریوں اور عصری و دینی علوم کے اداروں میں پہنچ رہا ہے۔ جس کو وہ حضرات بڑے دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔

ارباب قلم، اصحاب علم و دانش صلحائے امت و اکابرین سے یہی ہمدردانہ اپیل ہے کہ اس میدان میں ہمیں اپنی سرپرستی اور توجہات سے محروم نہ فرمائیں۔ ہم قدم بقدم آپ کے مقالہ جات، مضامین، مفید مشوروں اور قابل عمل تجاویز اور غائبانہ دعاؤں کے شدید محتاج ہیں۔

تعلیم یافتہ طبقے سے ہم یہی امید رکھتے ہیں کہ اس خالص دینی مشن میں ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کریں اور العصر کی اشاعت اور رکن سازی کا حلقہ بڑھائیں تا کہ العصر کی حوصلہ افزائی کے ساتھ مزید خدمت کا موقع ملے۔ صاحب قلم حضرات اگر اپنے قیمتی مقالات بھیجنا چاہیں تو دیدہ و دل فرش راہ ہیں۔

اخبار الجامعہ

مولانا تحمید اللہ جان

جامعہ میں پڑھائی اور ماہنامہ تعلیمی جائزوں کا اہتمام

جامعہ میں تعلیمی اوقات معمول کے مطابق صبح سے دوپہر تک ہوا کرتے ہیں۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد طلبہ کو آرام کیلئے موسم کے مطابق وقت دیا جاتا ہے۔ نماز ظہر سے لیکر نماز عصر تک پڑھے ہوئے اسباق کا تکرار باقاعدہ نگرانی کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس کے لئے ادارہ کے شعبہ تعلیمات نے ہر درجہ میں چار اور پانچ پانچ طلبہ پر مشتمل جماعتیں بنائی ہیں۔ اور ہر ایک جماعت میں ایک امیر کا تقرر کر کے اپنی اپنی جماعت کی ذمہ داری ڈلوادی ہے۔ تاکہ اپنی جماعت کے ساتھیوں سے پڑھے ہوئے اسباق کی کتابیں تقسیم کر کے ہر ایک کتاب کا صحیح تکرار کرائیں۔

مغرب سے عشاء تک چھوٹے درجات کے طلبہ کاپیوں میں دن کا سبق لکھتے ہیں اور بڑے درجات کے طلبہ کل کیلئے رات 10:30 بجے تک مطالعہ کرتے ہیں۔

صبح نماز کے بعد ہر روز یٰسین شریف کا ختم ہوتا ہے۔ سورۃ یٰسین پڑھنے کے بعد مسجد میں حفاظ طلبہ کے قرآن پاک کا دور (منزل) شروع ہو جاتا ہے۔ جس کا ٹائم 40 منٹ تک مقرر ہے جو طلبہ ناظرہ پڑھے ہوئے ہوں ان کے لئے کم از کم ایک پارے کی تلاوت ضروری ہوتی ہے جبکہ حفاظ طلبہ کیلئے بھی ایک پارہ سنانا ضروری ہوتا ہے۔ حفاظ طلبہ کے دور کے لئے بھی دو دو ساتھیوں کے جوڑے بنائے گئے ہیں تاکہ ایک ساتھی پارہ سنائے اور دوسرا ساتھی غلطی کی نشاندہی کرے پھر دوسرا ساتھی پارہ سن کر پہلے ساتھی کی غلطیاں نکالے۔

ماہانہ تعلیمی جائزہ - جامعہ میں ہر ماہ تعلیمی جائزہ ہوتا ہے۔ جس میں تقریری اور

تحریری امتحان لیا جاتا ہے۔ ہر درجہ کا تقریری امتحان جامعہ کے مہتمم حضرت مفتی صاحب خود لیکر اس کے مجموعی تاثرات قلمبند کر کے اپنے پاس ریکارڈ میں محفوظ رکھتے ہیں۔ کیونکہ نتیجہ نکلنے کے بعد اساتذہ کی تعلیمی میٹنگ میں انہی تاثرات کو پیش نظر رکھ کر تعلیمی نظام پر تبادلہ خیال کیا جاتا ہے۔ تحریری امتحان میں تمام طلبہ کا ظہر سے عصر تک پرچہ ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ ایک ہفتہ میں تیار ہوتا ہے۔

اس طرح صفر کے مہینہ تک تین جائزے ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں ربیع الاول میں چھار نیم ماہی امتحان (اختبار نصف السنۃ) ہوتا ہے۔ اس کے بعد تین جائزے ہوتے ہیں۔ پھر سالانہ امتحان لیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ تمام جائزوں اور چھار نیم ماہی امتحان پر موقوف ہوتا ہے

اسی نظام کے تحت جامعہ کا پہلا تعلیمی تقریری جائزہ بتاریخ ۲۲، ۲۳، ۲۴ ذیقعد اور تحریری جائزہ بتاریخ ۲۵ ذیقعد لیا گیا۔ پرچہ جات چیک کرانے کے لئے اساتذہ کرام پر تقسیم کئے گئے۔

واضح رہے کہ جامعہ کے نتیجہ میں طلبہ کی کامیابی کیلئے انحصار ۵۰ فیصد نمبرات حاصل کرنا ضروری ہے۔ یعنی ۱۰۰ نمبرات میں سے ۵۰ نمبر لینے والے کو کامیاب جبکہ ۵۰ سے کم نمبر لینے والے کو ناکام قرار دیا جاتا ہے۔

نتیجہ نکلنے کے بعد دفتر اہتمام میں ماہانہ تعلیمی میٹنگ ہوتی ہے۔ جس میں حضرت مفتی صاحب اور جملہ اساتذہ کرام کے مابین طلبہ کی تعلیمی حالت پر تفصیلی مذاکرہ ہوتا ہے۔ بالخصوص ناکام طلبہ کے ناکامی کے اسباب اور آئندہ کے لئے نتائج بہتر بنانے پر غور و خوض کیا جاتا ہے۔

شعبہ تعلیمات کی طرف سے ماہانہ جائزوں کا یہی نظام شعبہ حفظ (جامعہ عثمانیہ واقع چراٹ روڈ پبی) کیلئے بھی مقرر ہے۔ جس کے تحت ۲۵ ذیقعد ٹیکسلا سے بلائے گئے مہمان قاری محمد سلیمان صاحب نے شعبہ حفظ کا ماہانہ جائزہ لیا۔

Scanned with CamScanner

عیدالاضحیٰ کی تعطیلات

بقر عید کی تعطیلات کے بارے میں مشورہ سے یہ طے ہوا کہ جامعہ ۱۴مارچ سے لیکر ۲۶مارچ تک بند رہے گا جبکہ دفتر اہتمام اور دارالافتاء کھلا رہے گا-

چھٹیوں کے بعد طلبہ کی حاضری ۲۶مارچ بروز اتوار عصر کے وقت لازمی ہوگی جبکہ باقاعدہ پڑھائی بتاریخ ۲۷مارچ بروز پیر انشاء اللہ شروع کی جائیگی-

جامعہ کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن سفر حج پر ہیں آپ کے علاوہ جامعہ کے دو مدرسین حضرات حضرت مولانا محمد شعیب صاحب اور حضرت مولانا مفتی نجم الرحمٰن صاحب بھی حج کیلئے تشریف لے گئے ہیں- موصوف حضرات کی کتابیں عاضی طور پر دوسرے اساتذہ کرام کے حوالہ کی گئی ہیں-

شریف کا مہینہ تھا روزوں میں عصر کا وقت مشکل سے گذرتا ہے بادشاہ عصر کا وقت کاٹنے کے لئے موسیقاروں کو بلا لیتے خود اوپر دوسری منزل میں بیٹھ کر ان کا تماشا کرتا- اس طرح عصر کا وقت گذر جاتا -وہاں ایک بزرگ تھا وہ ان موسیقاروں کے پاس آیا اور ان کا سامان لے کر توڑ دیا یہ دیکھ کر بادشاہ غصہ ہو گیا اور بزرگ سے کہا کہ آپ نے میرے غلام ہوتے ہوئے یہ کام کیا اور اس بزرگ کے قتل کرنے کا حکم دیا لیکن بادشاہ نے کہا کہ اس کو قتل تو ویسے بھی کرتا ہوں پہلے اس سے پوچھ لوں کہ آپ نے اس طرح کیوں کیا تو بادشاہ نے کہا کہ آپ میرے غلام ہو اور اس طرح کیوں کیا اس لئے کہ آپ میرے رعایا میں شامل ہیں اور ساری رعایا میری غلام ہے تو آپ بھی غلام ہو تو بزرگ نے کہا کہ آپ تو میرے غلام کے غلام ہیں جو کہ نفس ہے اور نفس میرا غلام ہے اور آپ نفس کے غلام ہیں- تو میرے غلام کے غلام ہو گئے- بادشاہ سمجھ گیا تو بزرگ قتل سے بچ گیا- پس چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو نفس کے خواہشات سے بچائے اور ان باتوں کی توفیق دے جن سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں-

تبصرہ کتب

نام کتاب: نداء الجہاد (د منبر آواز)

تبصرہ نگاہ:-بجیامین موقوف علیہ

مصنف:- مولانا سعید الرحمٰن سلمہ المنان (ایم-اے)

ناشر:-مکتبہ رحمانیہ محلہ جنگی پشاور

کرہ ارض پر تمام مخلوق میں انسان ہی وہ معزز نوع ہے- جسے اللہ تعالیٰ نے اظہار مافی الضمیر کے لئے بہترین طریقے سکھائے ہیں- روز اول ہی سے اللہ تعالیٰ نے اس کے ضمیر میں یہی قوت واستعداد رکھی ہے- خلق الانسان و علمه البيان -ترجمہ:-اللہ نے انسان کو پیدا کیا- پھر اس کو گویائی سکھائی- اگرچہ عام لوگوں کی قوت گویائی یا قوت تحریر دنیا کے عارضی فوائد کے شکار ہو کر ضائع ہوتے ہیں- لیکن خوش قسمت ہے وہ انسان جن کی یہ قوتیں دین کے تقدس، محنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خرچ ہوئی- بحمد اللہ علماء کرام کی شبانہ روز زندگی دین کے لئے وقف ہوتی ہے- اور آئے دن اپنی سعی اور محنت دین کے لئے کی جارہی ہے-

اس سلسلہ میں ایک نوجوان فاضل مولانا سعید الرحمٰن صاحب (ایم،اے) ہیں جنہوں نے اولاً (د وخت آواز) یعنی صدائے وقت کے نام پر مفید کتاب پیش کی- جو اسلامی سال کی مناسبت اور اسلامی مہینوں کے فضائل و تاریخی واقعات پر مشتمل ہونے کے علاوہ عصر حاضر میں موجودہ بدعات کی استیصال کیلئے مفید رہی-

پھر مؤلف نے نداء الجہاد المعروف بہ "د منبر آواز" یعنی صدائے ممبر کے نام پر ایک دوسری تصنیف کی- جو مؤلف نے بکھرے ہوئے موتیوں کو قابل اعتماد مراجع و مصادر سے چن چن کر جمع کیے- کتاب علاقائی زبان پشتو میں ہے-

موصوف کا خاص انداز سخن زور بیان اور طرز قلم کی سحر انگیز واقعات پر مشتمل یہ کتاب قارئین کی خدمت میں ایک نیک پیغام ہے- جو ہم سب کے لئے عموماً اور خصوصاً ان نام نہاد

Scanned with CamScanner

۶۱

دانشور حضرات کے لئے بھی نصیحت پنہاں گنجینہ اسرار ہے- جو روشن خیالی، جدت پسندی، لبرل ازم اور اجتہادی ذوق کے نام پر مغربی سازشوں کا شکار ہو کر اکابرین امت اور سلف صالحین کے مؤقف سے ہٹ کر حق سے دور گئے ہیں-

اور جس میں زمانہ حال کے غیور مسلمانوں کو اسلاف کی دینی خدمت کو تاریخ کے حوالہ سے دنیا کے تمام کفریہ عزائم کے خلاف بیداری اور میدان کارزار میں عمل پیرا رہنے کی تلقین کر کے باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے اپنے سر کو ہتھیلی پر رکھنے پر مجبور کرتا ہے- مؤلف نے کتاب کی معنوی اور باطنی خوبصورتی کے علاوہ ظاہری رونق و جمال بھی کچھ یوں پیش کی ہے کہ وہ قاری کو اپنے اندر رکھے ہوئے موتیوں اور واقعات سے مطلع کرنے کا داعی ہے-

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدسی میں دلی دعا ہے کہ وہ مؤلف کی اس کاوش کو قبول کر کے دنیا میں سرخ روہونے اور عقبیٰ میں نجات کا ذریعہ بنا کر عوام الناس کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنا کر منافع علم و عرفان بنائے- آمین

تبصرہ نگار:- مولانا جلال الدین

درجہ تخصص جامعہ عثمانیہ پشاور

نام کتاب:- شفاء الغلیل

نام مصنف:- شیخ الحدیث عبدالجلیل ناشر:- حاجی فیض الغنی ڈسٹرکٹ عمرزئی

ضخامت:- ۱۰۶ صفحات قیمت:- ۴۰ روپے

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ عربی وہ زبان ہے- جس میں قرآن کریم نازل ہوا- اور جنت کی زبان ہے- حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے- تو اس لئے اس کا سمجھنا قابل فخر اور موجب ثواب ہے- آج کل تو لوگ انگریزی پر فخر کرتے ہیں-

حالانکہ قابل فخر بات عربی سیکھنا ہے- تقریباً ہر زبان میں کلام منظوم اور کلام منثور ہوتا ہے- اور ہر زبان میں دونوں کے لئے الگ قواعد ہوتے ہیں- عربی زبان میں عربی الفاظ کے معنی کی تعیین اشعار بمنزلہ نصوص کام دیتے ہیں- جیسا کہ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو لفظ "**تخوف**" کے معنی میں تردد پیش آیا- تو بر سر منبر صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ لفظ تخوف کے آپ کیا معنی سمجھتے ہیں- تمام مجمع خاموش رہا- مگر قبیلہ ہذیل کے ایک شخص نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین یہ ہمارے قبیلے کی خاص لغت ہے- فاروق اعظمؓ نے بتایا کہ کیا عرب یہ لفظ تنقص کے معنی میں استعمال کرتے ہیں- اس نے عرض کیا کہ ہاں اور اپنے قبیلہ کے ابو کبیر ہذلی کا شعر پیش کیا جس میں یہ لفظ بتدریج گھٹانے کے معنی میں لیا گیا تھا- ہمارے یہاں یہ "**تنقض**" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے- یعنی بتدریج گھٹانا کے معنی میں لیا گیا تھا- اس پر حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ لوگو! تم اشعار جاہلیت کا علم حاصل کرو- کیونکہ اس میں تمہاری کتاب کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معانی کا فیصلہ ہوتا ہے-

قرآن فہمی کے لئے معمولی عربی دانی کافی نہیں!

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ معمولی طور پر عربی زبان بولنے لکھنے کی قابلیت قرآن فہمی کے لئے کافی نہیں بلکہ اتنی مہارت اور واقفیت ضروری ہے- جس سے قدیم عرب جاہلیت کے کلام کو پورا سمجھا جا سکے- کیونکہ قرآن اسی زبان اور انہی کے محاورات میں نازل ہوا ہے اس درجہ کا عربی ادب سیکھنا مسلمانوں پر لازم ہے-

شعر جاہلیت پڑھنا جائز ہے اگر چہ وہ خرافات پر مشتمل ہو! عربی زبان اور اس کی لغت و محاورات سمجھنے کے لئے شعراء زمانہ جاہلیت کے عربی زبان اور اس کی لغت و محاورات سمجھنے کے لئے کلام پڑھانا جائز ہے- اگر چہ یہ ظاہر ہے کہ شعراء جاہلیت کا کلام جاہلانہ

Scanned with CamScanner

رسموں او خلاف اسلام جاہلانہ افعال واعمال پر مشتمل ہوگا- مگر قرآن فہمی کی ضرورت سے اس کا پڑھنا پڑھانا جائز قرار دیا گیا-

اس قسم اشعار پڑھنے اور سمجھنے کے لئے ایک اور علم کی ضرورت پڑتی ہے جس کو علم عروض کہا جاتا ہے- اس علم میں شعر کے بحور، ارکان، زحاف اور علل ومحاسن بیان کئے جاتے ہیں- اگر شعر اس پر پرکھا جائے تو وہ شعر متصور ہوگا اس لئے زیر نظر کتاب میں علامہ موصوف چونکہ شیخ الادب مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہیں- اس قسم چیزوں کا خاص خیال رکھا ہے اور ہر ایک قصیدہ کے اول میں لکھتے ہیں کہ فلاں بحر پر ہے زیر نظر کتاب میں مختلف قصیدے اور بعض اکابرین کے مرثیے ہیں-- جس سے مولانا موصوف کے ادبیت کا اندازہ لگتا ہے کہ آپ نے ادب کی قدیم کتب مقامات، حماسہ، کی طرح علم عروض کو عملی جامہ پہنا کر عجیب اور دلکش قصیدے لکھے ہیں-

بحر حال زیر نظر کتاب کا مطالعہ طالبان علوم نبوت کے لئے ضروری ہے تاکہ علم ادب سے شغف پیدا ہو جائے-

اللہ جل شانہ، اس کتاب کو مقبول بنا کر سب کے اُخروی نجات کا ذریعہ بنا دے-

شعبہ کمپیوٹر کی سرگرمیاں

جامعہ کو پانچ عدد کمپیوٹر کی ضرورت تھی- الحمد اللہ گزشتہ ہفتہ اللہ تعالی نے یہ ضرورت پوری کردی فی الحال درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کو باقاعدہ کمپیوٹر کورس پڑھایا جاتا ہے- جامعہ کی کوشش ہے کہ حکومت کا مقرر کردہ یک سال ڈپلومہ کورس شعبہ تخصص کے تعلیمی دورانیہ دو سالوں میں پڑھایا جاسکے- اس وقت درجہ تخصص کا نصاب مندرجہ ذیل مواد پر مشتمل ہے

(۱) اصول افتاء (۲) اصول تحقیق (۳) معاشیات (۴) سیاسیات

(۵) تقابل ادیان (۶) میراث (۷) جدید مسائل کی نشاندہی اور ان کا حل

(۸) ملکی قانون (منتخب ہے) (۹) تمرین فتوی (۱۰) اردو اور عربی میں مضمون نگاری

(۱۱) کمپیوٹر اور نیٹ ورک

REGD. NO P-402 MONTHLY AL ASR PESHAWAR

جامعہ عثمانیہ پشاور

Jamia Usmania Peshawar

منافع بخش کاروبار میں شرکت کی دعوت!

یاایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم (الصف/۱۰)

اے ایمان والو — میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک دردناک عذاب سے

کیا آپ چاہتے ہیں کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یقیناً چاہتے ہوں گے کہ آپ کی حلال آمدنی دنیا و آخرت میں آپ کی بھلائی کا ذریعہ بنے تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا پر خلوص جذبہ اپناتے ہوئے قرب و جوار میں غرباء، فقراء، یتیم بچوں کا سہارا بنیں اور دین کے کاموں خصوصاً مدارس عربیہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا مال دین سیکھنے والوں پر خرچ کریں۔

اس سلسلہ میں جامعہ عثمانیہ پشاور کو نہ بھولیں جس کے تعلیمی سال نمبر 8 [illegible] تخمینی بجٹ ۱۸۵۰۱۲۰۳ بتیس لاکھ ایک [illegible] ہے۔ جس میں تین لاکھ روپے کتب [illegible] روپے تعمیرات کے لئے ہیں۔ آپ کی زکوٰۃ [illegible] جامعہ عثمانیہ پشاور [illegible]

[illegible]

آپ کا خیر اندیش

مفتی غلام الرحمٰن